

درسِ نظامی کے نصاب میں داخل اصولِ فقہ کی ابتدائی کتاب

تلخیص

اصول الشاشی

مع

قواعد فقہیہ



مکتبۃ المدینہ
(دعوتِ اسلامی)
SC 1286

المدینۃ العلمیۃ
(دعوتِ اسلامی)

درسِ نظامی کے نصاب میں داخل اصولِ فقہ کی ابتدائی کتاب

تلخیص اصول الشاشی

مع قواعد فقہیہ

پیشکش

مجلس المدینة العلمیة (دعوت اسلامی)

شعبۂ درسی کتب

ناشر

مکتبة المدینة باب المدینہ کراچی

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللہ

نام کتاب : تلخیص اُصول الشاشی مع قواعد فقہیہ

پیش کش : مجلس المدینة العلمیة (شعبۂ درسی کتب)

سن طباعت : ۶ جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲ مئی ۲۰۰۹ء

کل صفحات : 144 صفحات

ناشر : مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ باب المدینہ کراچی

قیمت :

مکتبة المدینہ کی شاخیں

مکتبة المدینہ شہید مسجد کھارادر باب المدینہ کراچی

مکتبة المدینہ دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ مرکز الاولیاء لاہور

مکتبة المدینہ اصغر مال روڈ نزد عیدگاہ، راولپنڈی

مکتبة المدینہ امین پور بازار، سردار آباد (فیصل آباد)

مکتبة المدینہ نزد پیپل والی مسجد اندرون بوہڑ گیٹ مدینۃ الاولیاء ملتان

مکتبة المدینہ فیضان مدینہ آفندی ٹاؤن، حیدرآباد

مکتبة المدینہ چوک شہیداں میرپور کشمیر

E.mail:ilmia26@yahoo.com

www.dawateislami.net

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ '' کے انیس حُروف کی نسبت سے اس کتاب کو پڑھنے کی ''19 نیّتیں''

فرمانِ مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلم: ''اچھی نیّت بندے کو جنّت میں داخل کر دیتی ہے۔''

(الجامع الصغیر،ص ۵۵۷،الحدیث ۹۳۲۶، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

دومَدَنی پھول: ﴿1﴾ بغیر اچّھی نیّت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔
﴿2﴾ جتنی اچّھی نیّتیں زِیادہ، اُتنا ثواب بھی زِیادہ۔

﴿1﴾ ہر بار حَمد و ﴿2﴾ صلوٰۃ اور ﴿3﴾ تعوُّذ و ﴿4﴾ تَسمِیہ سے آغاز کروں گا (اسی صَفْحہ پر اُوپر دی ہوئی دو عَرَبی عبارات پڑھ لینے سے چاروں نیّتوں پر عمل ہو جائے گا) ﴿5﴾ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا کیلئے اس کتاب کا اوّل تا آخِر مطالَعہ کروں گا ﴿6﴾ حتَّی الامکان اِس کا باوُضُو اور ﴿7﴾ قِبلہ رُو مُطالَعہ کروں گا ﴿8﴾ کتاب کو پڑھ کر کلام اللہ وکلام رسول اللہ عزوجل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صحیح معنوں میں سمجھ کر اوامر کا امتثال اور نواہی سے اجتناب کروں گا۔ ﴿9﴾ درجہ میں اس کتاب پر استاد کی بیان کردہ توضیح

توجہ سے سنوں گا۔﴿10﴾استاد کی توضیح کو لکھ کر"**استعن بیمینک علی حفظک**"پر عمل کروں گا۔﴿11﴾طلبہ کے ساتھ مل کر اس کتاب کے اسباق کی تکرار کروں گا۔﴿12﴾اگر کسی طالب علم نے کوئی نامناسب سوال کیا تو اس پر ہنس کر اس کی دل آزاری کا سبب نہیں بنوں گا۔﴿13﴾درجہ میں کتاب ،استاد اور درس کی تعظیم کی خاطر غسل کر کے، صاف مدنی لباس میں، خوشبو لگا کر حاضری دوں گا۔﴿14﴾اگر کسی طالب علم کو عبارت یا مسئلہ سمجھنے میں دشواری ہوئی تو حتی الامکان سمجھانے کی کوشش کروں گا۔﴿15﴾سبق سمجھ میں آجانے کی صورت میں حمد الٰہی عزوجل بجالاؤں گا۔﴿16﴾اور سمجھ میں نہ آنے کی صورت میں دعاء کروں گا اور بار بار سمجھنے کی کوشش کروں گا﴿17﴾سبق سمجھ میں نہ آنے کی صورت میں استاد پر بدگمانی کے بجائے اسے اپنا قصور تصور کروں گا۔﴿18﴾کتابت وغیرہ میں شَرعی غلَطی ملی تو ناشرین کو تحریری طور پر مُطَّلع کروں گا۔(ناشِرین ومصنّف وغیرہ کو کتابوں کی اَغلاط صِرف زبانی بتانا خاص مفید نہیں ہوتا)﴿19﴾کتاب کی تعظیم کرتے ہوئے اس پر کوئی چیز قلم وغیرہ نہیں رکھوں گا،اس پر ٹیک نہیں لگاؤں گا۔

☆......☆......☆......☆......☆

فہرس

دل کی موت

ایک مرتبہ حضرت سیدنا فتح موصلی علیہ رحمۃ اللہ القوی نے حاضرین سے استفسار کیا: ''جب مریض کو کھانے پینے اور دواء سے روک دیا جائے تو کیا وہ مر نہیں جاتا؟'' لوگوں نے عرض کی: ''جی ہاں۔'' تو آپ نے فرمایا: ''یہی معاملہ دل کا ہے جب اسے تین دن تک علم وحکمت سے روکا جائے تو وہ بھی مر جاتا ہے۔''

(''لباب الاحیاء''، ص۲۴، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

المدینۃ العلمیۃ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علاّمہ
مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علٰی اِحْسَانِہٖ وَ بِفَضْلِ رَسُوْلِہٖ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم

تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحُسنِ خوبی سرانجام دینے کے لئے متعدَّد مجالس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس '' **المدینۃ العلمیۃ** '' بھی ہے جو **دعوتِ اسلامی** کے عُلماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَ ھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کتُبِ اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (۲) شعبۂ درسی کُتُب
(۳) شعبۂ اصلاحی کُتُب (۴) شعبۂ تراجمِ کتب
(۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''**المدینۃ العلمیۃ**'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ

اَہلسنّت، عظیم البرکت، عظیمُ المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجَدِّدِ دین و مِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر وبَرَکت، حضرتِ علاّمہ مولیٰنا الحاج الحافِظ القاری الشّاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گِراں مایہ تصانیف کوعصرِ حاضر کےتقاضوں کےمطابق حتَّی الْوسع سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔تمام اسلامی بھائی اوراسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہرممکن تعاون فرمائیں اورمجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خودبھی مطالَعہ فرمائیں اوردوسروں کوبھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللہ عزوجل ''دعوتِ اسلامی'' کی تمام مجالس بَشُمُول ''**المدینۃ العلمیۃ**'' کودن گیارہویں اوررات بارہویں ترقّی عطافرمائے اور ہمارے ہرعملِ خیرکوزیورِاخلاص سے آراستہ فرماکردونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ہمیں زیرِگنبدِخضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اورجنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہ وسلّم



رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پیش لفظ

بلا شک وشبہ علوم ِشرعیہ میں علم اصول فقہ کوغیر معمولی حیثیت حاصل ہے اسی لئے علماء کرام نے علمِ اصولِ فقہ میں بے شمار کتب تصنیف فرمائیں جن میں سے کئی کتب، دینی مدارس کے نصاب میں بھی داخل ہیں، البتہ ابتدائی طور پر طالب علم کا جن کتب سے واسطہ پڑتا ہے ان میں سے ایک بنیادی، مختصر، جامع اور انتہائی اہم کتاب اصول الشاشی ہے، جو یونیورسٹیوں میں ایم اے اسلامیات کے نصاب میں بھی داخل ہے۔

الحمدللہ علی احسانہ تبلیغ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک''**دعوت اسلامی**'' کی مجلس ''**المدينة العلمية**'' کے''**شعبۂ درسی کتب**'' نے مبتدی طلبہ کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کتاب کی ایک ایسی تلخیص مرتب کرنے کی سعی کی ہے، کہ اس کے پڑھنے کے بعد ان شاء اللہ عزوجل اصلِ کتاب کو سمجھنا نہایت ہی آسان ہو جائے گا، تلخیص اصول الشاشی ''**جامعة المدینہ**'' کے نصاب میں بھی داخل ہے، اس پر درجِ ذیل نکات کے تحت کام کرنے کی کوشش کی گئی ہے:

(1)......طلباء کے نفیس مزاج کو مدنظر رکھتے ہوئے کتاب کی، کمپوزنگ، ایڈٹنگ، تقابل، تفتیش وغیرہ ہر اعتبار سے تحسین کی کوشش کی گئی ہے۔

(2)......تلخیص اصول الشاشی کا مقصد اصل کتاب کو سمجھنے کیلئے دورِ حاضر کے طلبہ کے اذہان کو تیار کرنا ہے لہذا کتاب ہذا کو حتی المقدور سہل انداز میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے، تاکہ اصل کتاب پر اس کی تقدیم کی اہمیت برقرار رہے۔

(3)......طلباء ومدرسین کی سہولت کیلئے اصول الشاشی کی تمام ابحاث کو نمبروار اسباق کی صورت میں پیش کیا گیا ہے تاکہ درس وتدریس، ترتیب وتحفیظ وغیرہ میں آسانی ہو۔

(4)......تعریفات، امثلہ وغیرہ اہم باتوں کو ہیڈنگز کی صورت میں امتیازی حیثیت دی گئی ہے، تاکہ کتاب کے مطالعہ کے دوران طلبہ کا علمی ذوق برقرار رہے۔

(5)......اسباق کے دوران اہم نکات کو''نوٹ''اور''تنبیہ'' کی ہیڈنگز کے ذریعے واضح کیا گیا ہے۔

(6)......مبتدی طلبہ کی ذہنی صلاحیتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے تعریفات وغیرہ کی عربی عبارات سے احتراز کیا گیا ہے۔البتہ امثلہ میں عربی عبارات کو ذکر کر دیا گیا ہے تا کہ طلباء کے اذہان اصل کتاب کو پڑھتے وقت اجنبیت محسوس نہ کریں۔

(7)......اصول الشاشی میں مذکور امثلہ کے علاوہ بعض مقامات پر نئی امثلہ بھی شامل کی گئی ہیں۔

(8)......قرآنی آیات کو خوبصورت رسم الخط کے ساتھ ساتھ حوالہ (سورت کا نام، آیت نمبر) اور ترجمۂ کنز الایمان سے بھی مزین کیا گیا ہے۔

(9)......تلخیص اصول الشاشی کے آخر میں علمائے اہلسنت کی کتب سے ماخوذ مزید کچھ اصول بھی ذکر کئے ہیں، تا کہ طالب علم کو اصول فقہ کی مزید مشق کا موقع ملے۔

(10)......کتاب میں بعض جگہ علمی نکات پر مشتمل مدنی پھول بھی مہک رہے ہیں۔

ان تمام تر کوششوں کے باوجود اگر اہل فن کتابت کی یا فنی غلطی پائیں تو مجلس کو مطلع فرما کر مشکور ہوں۔اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ بانی دعوت اسلامی حضرت علامہ ومولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی مدظلہ العالی وتمام علماء اہلسنت کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے اور ہمیں ان کے فیوض وبرکات سے مستفیض فرمائے اور قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک''**دعوت اسلامی**'' کی تمام مجالس بشمول''**المدینة العلمیة**''کو دن پچیسویں رات چھبیسویں ترقی عطا فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

شعبۂ درسی کتب

المدینة العلمیة (دعوت اسلامی)

مُقَدِّمَہ

اللہ ربّ العزت نے بنی آدم کوصرف اپنی عبادت وبندگی کے لئے اس دنیائے آب وگل میں بھیجا اور پھر انسانوں کی ہدایت کیلئے وقتاً فوقتاً انبیاء ورسل کو مبعوث فرماتا رہا جو اللہ تعالی کے احکام بندوں تک من وعن پہنچاتے رہے اور آخر میں خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور نبوت کے سلسلے کو ختم فرما کر تا قیامت شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی رکھا، لہذا اب رہتی دنیا تک دینِ مصطفوی ہی کے احکام پر عمل کیا جائے گا کہ اس کے علاوہ دیگر شریعتیں منسوخ ہوگئیں ان احکام کا دارومدار چار بنیادی مآخذ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس پر ہے۔

واضح رہے کہ قرآن وحدیث سے استدلال واستنباطِ مسائل ہر کس وناکس کا کام نہیں کیونکہ انسان کے لکھے ہوئے کلام کو بھی سمجھنے کے لئے استاد کی ضرورت ہوتی ہے، کوئی گھر بیٹھے کتابیں پڑھ کر ڈاکٹر یا انجینئر نہیں بن جاتا بلکہ انہیں سمجھنے کیلئے یونیورسٹیز اور کالجز قائم کئے جاتے ہیں تو پھر کلام اللہ تو کلام اللہ ہے اسے بغیر استاد کے کیسے سمجھا جا سکتا ہے بلکہ سمجھنا تو دور کی بات ہے بغیر استاد کے اسے درست پڑھنا بھی دشوار ہے۔

ایسے ہی حدیث رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے استدلال واستنباطِ احکام ہر ایک کے لئے ممکن نہیں ہے خاص طور پر جبکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ لوگوں نے بہت سی باتیں گھڑ کر معاذ اللہ سید المعصومین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف منسوب کردی ہیں۔جنہیں محدثین کی اصطلاح میں احادیثِ موضوعہ کہا جاتا ہے، لہذا احکام ومسائل کے استخراج کے لئے حدیث کی صحت وسقم، احوالِ رواۃ، ان کے صدق وکذب وضبطِ صدر وعدالت وملازمت تقوی وغیرھا، سن پیدائش ووفات وصدہا اوصاف نظر وملاحظہ میں درکار ہوتے ہیں تب کہیں جا کر اس کی صحت وسقم کی جانچ ہوتی ہے پھر اس کے بعد معنی ومرادِ حدیث کو سمجھنا ایک نیا مرحلہ ہے جس کے لئے کئی علوم وفنون میں مہارت کے ساتھ ساتھ، تقوی واخلاص، مجاہدہ وعبادت وریاضت درکار، تب کہیں جا کر

انسان اس مقام پر پہنچتا ہے کہ حدیث سے استدلال کرے۔

نیز یہ بات یاد رہے کہ جس طرح قرآن وحدیث احکامِ شرع میں حجت ہیں اسی طرح اجماع وقیاس بھی احکام شرعیہ میں حجت ہیں اوران کا حجت ہونا بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے: ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ﴾ اس آیت کریمہ میں بحیثیت مجموعی اس امت کوبہتر امت کہااور فرمایا کہ تم نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے منع کرتے ہو، پس اگر یہ امت برائی پر مجتمع ہوتی تو اسے بحیثیت مجموعی نیکی کا حکم دینے والی اور برائی سے منع کرنے والی امت نہ کہا جاتا معلوم ہوا کہ یہ امت کبھی برائی پر مجتمع نہ ہوگی اور جس پر یہ مجتمع ہوگی وہ اچھائی ہی اچھائی ہوگی۔

احادیث میں بھی متعدد مقامات پر اجماع کو حجت شرعی ہونے کی سند حاصل ہے۔ چنانچہ امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے یوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ((اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلَالَةٍ، وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ)) اورانہی سے روایت کرتے ہیں:((اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ)) اورحضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:((مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْراً فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ)) اس کے علاوہ اس بارے میں اور بہت سی احادیث موجود ہیں یہ احادیث اگرچہ آحاد ہیں لیکن ان سب کا مفہوم ومعنی مشترک ہونے کی وجہ سے یہ حدِ تواتر تک عروج کر کے متواترِ معنوی کی مسند پر جا پہنچتی ہیں اور یوں اجماع کی حجیت کا قطعیت کے ساتھ فائدہ دیتی ہیں۔اسی طرح قیاس کی حجیت بھی قرآن وحدیث سے ثابت ہے، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ﴾ اورحضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معروف ومشہور حدیث میں ہے کہ جب سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجنے کا ارادہ

کیا تو ان سے دریافت فرمایا: بِمَ تَقْضِیُ؟ یعنی تم کس چیز کے ذریعے فیصلہ کرو گے۔ تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی بِکِتَابِ اللّٰہِ یعنی کتاب اللہ سے۔ فرمایا کہ اگر تم وہاں نہ پاؤ تو؟ عرض کی سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے، فرمایا: اگر وہاں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کی: اَجْتَھِدُ بِرَاْیِی یعنی تو پھر میں اپنی رائے وقیاس سے کام لوں گا۔ اس پر سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِہٖ بِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلُہٗ یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں کہ جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی کہ جس سے اس کا رسول راضی ہے۔ یہاں اختصار کے سبب بقیہ حدیث دربارۂ حجیت قیاس کو ترک کرتے ہیں، کتب ان احادیث سے مملو ہیں۔

واضح رہے کہ اجماع و قیاس کے لئے قرآن وسنت سے کسی دلیل کا ہونا ضروری ہے چنانچہ علامہ عبدالغنی النابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی ''شرح مرقاۃ الوصول'' کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ ''اجماع کے لئے کسی ایسی دلیل یا علامت کا ہونا ضروری ہے جس کی طرف اجماع منسوب ہو سکے کیونکہ بغیر کسی داعی کے سب کا کسی ایک بات پر متفق ہونا عادۃً محال ہوتا ہے۔ اور اس لئے کہ وہ حکم جس پر اجماع منعقد ہوتا ہے اگر وہ دلیل سمعی سے نہ ہو تو دلیل عقلی سے ہوگا حالانکہ یہ بات طے ہے کہ ہمارے نزدیک عقل کا کوئی حکم ثابت نہیں۔''

حضرت سیِّدُ نا علامہ تفتازانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی نے اپنی کتاب ''اَلتَّلْوِیح'' میں فرمایا: ''جمہور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجماع بغیر کسی دلیل وعلامت کے جائز نہیں کیونکہ دلیل کا نہ ہونا خطا کو لازم کرتا ہے جبکہ دین میں بلا دلیل کوئی حکم دینا خطا ہے اور اُمت کا خطا پر اجماع (اتفاق) ممتنع (ناممکن) ہے، اسی طرح بغیر کسی داعی کے سب کا ایک بات پر متفق ہونا عادۃً محال ہے جیسے ایک ہی کھانا کھانے پر سب کا اتفاق ناممکن ہے۔ اور اجماع کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سند کے پائے جانے کے بعد بحث ختم ہوجاتی ہے، مخالفت ناجائز قرار پاتی اور حکم قطعی

ہوجاتا ہے۔پھر دلیل کے بارے میں بھی اختلاف ہے ، جمہور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دلیل قیاس ہوتو یہ بھی درست ہے اور یہ واقع بھی ہے جیسے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُ نا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نماز کی امامت کروانے پر قیاس کرتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر اجماع ہوا اور یہاں تک کہا گیا کہ ''اللہ کے مَحبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم جن سے ہمارے دینی معاملہ میں راضی ہیں تو کیا ہم اُن سے اپنی دنیوی معاملہ میں راضی نہ ہوں؟'' نیز اجماع کے لئے خبرِ واحد دلیل بن سکتی ہے،اس پر سب کا اتفاق ہے جیسا کہ عام کتابوں میں مذکور ہے۔

اسی طرح قیاس کے لئے بھی کسی اصل کا ہونا ضروری ہے جو قرآن یا سنت سے ثابت ہو کیونکہ قیاس تو حکم کو ظاہر کرنے والا ہوتا ہے نہ کہ اس کو ثابت کرنے والا۔ چنانچہ، ''شَرْحُ مِرْقَاۃِ الْوُصُوْل'' میں فرمایا: ''قیاس مُظْہِر (یعنی حکم کو ظاہر کرنے والا) ہوتا ہے،مُثْبِت (یعنی حکم کو ثابت کرنے والا) نہیں ہوتا۔اور ظاہر میں ''مُثْبِت'' (قرآن وسنت سے) دلیلِ اصل ہوتی ہے اور حقیقت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ ہے۔

اصولِ شرع کی ترتیب کی وجہ:

''شَرْحُ الْمَنَارِ لِابْنِ مَلِک'' میں ہے: ''اصولِ شرع میں قرآن پاک کو اس لئے مقدم کیا کہ یہ ہر اعتبار سے حجت (دلیل) ہے اور اس کے بعد سنت کو رکھا کیونکہ اس کا حجت ہونا قرآن پاک سے ثابت ہے اور اجماع کو مؤخر کیا کیونکہ اس کا حجت ہونا ان دونوں پر موقوف ہے۔'' پھر فرمایا: ''قیاس اپنے حکم کی طرف نسبت کے اعتبار سے اصل اور قرآن وسنت اور اجماع کی طرف نسبت کے اعتبار سے فرع ہے۔''

نوٹ:

سیدی عبدالغنی نابلسی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: سنت کا حجت ہونا قرآن پاک پر

موقوف ہے،اس کی وجہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمان عالیشان ہے:

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (الحشر: ۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو،اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

اور اجماع کا قرآن وسنت پر موقوف ہونا اس لئے ہے کہ اس کے لئے کسی دلیل کا ہونا شرط ہے۔اور وہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے ہوگی،اب چاہے وہ دلیل کوئی صریح آیت ہو یا حدیث نبوی اگرچہ خبر واحد ہی ہو یا پھر وہ دلیل قرآن یا سنت کی طرف راجع (لوٹنے والی) ہو۔ لہٰذا قرآن پاک ہر اعتبار سے اصل ہے جبکہ سنت،اجماع اور قیاس ایک اعتبار سے اصل اور ایک اعتبار سے فرع ہیں۔

اس گفتگو سے ثابت ہوا کہ حقیقت میں تمام احکام شرعیہ کا مرجع اوران کو ثابت کرنے والے فقط دو ہیں اور وہ قرآن کریم اور سنت نبویہ (عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام) ہیں، باقی اصول اِنہیں دو کی طرف راجع ہیں۔

تاریخ اسلام میں چار مجتہدین مشہور ہیں۔اللہ کریم ان مجتہدین اسلام پر رحم وکرم فرمائے کہ انہوں نے نہایت جانفشانی وعرق ریزی اور انتھک کوشش سے قرآن وحدیث سے صحیح احکامات ومسائل کا استنباط واستخراج کر کے قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل تیار فرما دیا،اب جو شخص بھی ان میں سے کسی ایک کے طریقے پر عمل کرے گا ان شاء اللہ عزوجل نجات پائے گا جب کہ اس کے برخلاف جو قرآن وحدیث میں اپنی ناقص عقل کو دخل دے گا ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھائے گا (عَافَانَا اللّٰهُ مِنْهُ)۔

یہ مجتہدین کرام علم اصول فقہ میں بے پناہ مہارت وخداداد صلاحیت کی بناء پر وہ مسائل بھی حل فرمالیتے تھے جو کہ قرآن وحدیث میں صراحۃً نہیں ملتے اس طریقے سے مسائل کو حل کرنا قیاس کہلاتا ہے لیکن قیاس بھی نہ ہر شخص کے بس کا کام ہے اور نہ ہر شخص کے لیے جائز۔

تنبیہ :

قرآن وحدیث اور دیگر علوم وفنون میں رسوخ کے سبب اِن مجتہدین میں یہ اعلی صفات موجود تھیں، لیکن آج کل جو اصولِ فقہ بصورتِ درس وتدریس پڑھائے جاتے ہیں ان سے اس قسم کے ملکہ استنباط کا پیدا ہونا ناپید ومفقود ہے چنانچہ اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ جلد 12 صفحہ 482 پر ارشاد فرماتے ہیں: ''و مجتہد خود از صدہا سال مفقود است یعنی مستقل مجتہد تو صدیوں سے مفقود ہے۔'' تاہم پھر بھی اس علم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس علم کے دیگر اور بھی فوائد ہیں جنہیں ''معارف الاحکام'' میں یوں بیان کیا گیا ہے:

(۱)......مجتہد نے جن دلائل سے احکام کا استنباط کیا ہے ان سے آگاہی حاصل ہو جاتی ہے اور یوں غیر مجتہد کا ذہن احکام پر عمل کے لئے خوب مطمئن ہو جاتا ہے۔

(۲)......جن احکام پر امام سے دلیل منقول نہیں ہوئی اس فن کے ذریعے اس دلیل سے آگاہی ہو سکتی ہے۔

(۳)......ان اصول سے آگاہی کی وجہ سے اپنے مذہب کا دفاع آسان ہو جاتا ہے۔

(٤)......وہ حوادث و نئے واقعات جو امام صاحب کے دور میں پیش نہیں آئے تھے ان کا حکم ان قواعد کی روشنی میں پیش کیا جاسکتا ہے۔

(٥)......کچھ ایسے واقعات جو امام کے دور میں تھے مگر امام سے ان کے بارے میں نص یا تصریح نہ پہنچی تو ان قواعد واصول کی روشنی میں انہیں بھی حل کیا جاسکتا ہے۔

اس تمام بحث کے بعد یہ بیان کرنا بھی زیادتیٔ شوق کا باعث ہوگا کہ قرآن وحدیث سے مجتہدین کرام وفقہائے عظام کس طرح استنباط واستدلال کرتے ہیں چنانچہ اس کی چند مثالیں اختصار کے ساتھ پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی مثال:

فقہ کا قاعدہ ہے کہ:''**الاصل فی الاشیاء الاباحۃ**''یعنی اشیاء میں اصل ان کا جائز ہونا ہے۔اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام اشیاء واعمال مباح ہیں اور جب تک کسی شے کے بارے میں حرمت وممنوعیت کی دلیل نہ ہو اسے ممنوع وحرام نہیں کہا جاسکتا۔اب اس اصول کا استخراج علماء وفقہاء نے جن نصوص سے کیا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:قرآن کریم میں ہے:

(1)......﴿قُل لَّآ أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّماً﴾[الانعام: ۱۴۵]

(2)......﴿قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾[الانعام: ۱۵۱]

(3)......﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا﴾[الحشر: ۷]

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جس کے بارے میں حرمت کی دلیل نہ ہو وہ جائز ومباح ہے نیز جس چیز سے منع کیا جائے وہی ممنوع ہے اور جس سے منع نہ کیا جائے یا جس کے بارے ممنوعیت کی دلیل نہ ملے وہ مباح وحلال ہے۔اسی طرح بہت سی احادیث سے بھی اس قاعدے کا استنباط واستخراج ہوتا ہے۔مثلاً:

(1)......((عن سعد بن وقاص عن ابیه ان النبی صلی الله تعالی علیه وسلم قال ان اعظم المسلمین جرما من سأل عن شیء لم یحرم فحرم من أجل مسئلته)) (صحیح بخاری)

(2)......((اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَاحَرَّمَهُ اللّٰهُ فِيْ كِتَابِهٖ، وَمَاسَكَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عُفِيَ عَنْهُ)). رواه ابن ماجه والترمذی

(3)......((اِنَّ اللّٰـهَ فَرَضَ فَرَائِضَ فَلَا تُضَيِّعُوْهَا وَنَهٰى عَنْ اَشْيَاءَ فَلَا تَنْتَهِكُوْهَا وَحَدَّ حُدُوْداً فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَسَكَتَ عَنْ اَشْيَاءَ مِنْ غَيْرِ نِسْيَانٍ فَلَا تَبْحَثُوْا عَنْهَا)). رواه الطبرانی

دوسری مثال:

”الضرورات تبیح المحظورات“ یعنی ضرورت کے تحت ممنوعات بھی مباح وجائز ہوجاتے ہیں۔اس اصل کا استخراج واستنباط درجِ ذیل آیات سے ہوتا ہے:

(1)......﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُم مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾ [الانعام: ۱۱۹]

(2)......﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾[البقرة: ۱۷۳]

ان آیات سے شراب وخنزیروغیرہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے لیکن حالتِ اضطرار میں ان اشیاءکوحلال ومباح کردیا گیا ہے، جیسے اگر بھوک یاپیاس سے کسی کی جان جارہی ہواوراسے خنزیر کا گوشت یا شراب میسر ہوتو انہیں کھایاپی کر جان بچائے اسی طرح اور بہت سی آیات واحادیث سے علماء وفقہاء نے اصول وقواعد اورمسائل واحکام کا استنباط کیا ہے جن کی تفصیل وتشریح سے کتب دینیہ مالا مال ہیں ان اصول وقواعداوران کی شرح کا مطالعہ کرنے سے عقول حیران رہ جاتی ہیں جب کہ اس زمانے میں موجودہ دورجیسی سہولیات مثلاً بجلی وکمپیوٹروجدیدنظام چھپائی موجود نہ تھا پھر بھی علوم کا اتنا بڑا ذخیرہ ہمیں ان بزرگوں سے ملا ہے بلا مبالغہ جتنا کام ان عظیم حضرات میں سے ہر ہرفرد نے کیا ہے سینکڑوں لوگ بھی آج مل کر ایسا کام نہیں کرسکتے اللہ تعالی ہمیں ان بزرگوں کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ تعالی کی ان پر رحمت ہواوران کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔

شعبۂ درسی کتب

المدینة العلمیة (دعوت اسلامی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سبق نمبر(1)

﴿......ابتدائی باتیں......﴾

کسی بھی علم کی تحصیل سے پہلے اس کی تعریف، موضوع، غرض وغایت وغیرہ کا جاننا نہایت ضروری ہے کیونکہ اِن کے بغیر اُس علم کا حاصل کرنا عبث وبے کار ہے اسی وجہ سے ہر علم کے شروع میں ان تمام امور کو بیان کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے علمِ اصول فقہ کی تعریف موضوع اور غرض وغایت بیان کی جاتی ہے۔

اصولِ فقہ کا لغوی معنی اور مفہوم :

''اُصول'' اصل کی جمع ہے اور اصل کا معنی ہے''ما یبتنی علیه غیره '' یعنی جس پر کسی دوسری شی کی بنیاد رکھی جائے اور''فقہ'' کا لغوی معنی'' فہم وفراست'' ہے۔

اس کا مطلب قوانین اور قواعد وضوابط کا ایسا مجموعہ ہے جس کی بنیاد پر شرعی دلائل سے احکام شرعیہ اخذ کئے جاتے ہیں۔ با لفاظ دیگر یہ'' فکر اسلامی کا قانون'' ہے۔

علم اصولِ فقہ کی اصطلاحی تعریف :

علم اصول فقہ ایک ایسا علم ہے جس میں اَدِلّہ کے ذریعے احکام ثابت کئے

جاتے ہیں۔

نوٹ:

اَدِلّہ سے مراد قرآن، حدیث، اجماع و قیاس ہیں۔ انھیں اصول فقہ بھی کہتے ہیں۔

اصول فقہ کا موضوع :

علم اصول فقہ کا موضوع اَدِلّہ اور احکام شرعیہ ہیں۔

اصول فقہ کی غرض وغایت :

احکام شرعیہ کو دلائل کے ساتھ جاننا علم اصول فقہ کو حاصل کرنے کی غرض وغایت ہے۔

اصول فقہ کی تعداد :

اصول فقہ چار ہیں اور انہیں سے احکام شرعیہ ثابت کئے جاتے ہیں۔

۱۔ قرآن ۲۔ حدیث ۳۔ اجماع ٤۔ قیاس



☆......چند قواعد اصولیہ......☆

(۱)...... صِیْغَۃُ الْاِخْبَارِ آکدُ من صیغۃِ الامرِ (فتاوی رضویہ۴/۳۵)

(۲)...... اَلْاِحْتِمَالُ اِذَا لم یکُنْ عن دلیلٍ لم یُعَارِضِ الْیقینَ (فتاوی رضویہ۴/۷۱)

(۳)...... اَلْاِسَاءَ ۃُ دونَ کَرَاھَۃِ التحریمِ و فوقَ کراھۃِ التنزیہِ (فتاوی رضویہ۲۳/۶۰۵)

(٤)...... لَا یَلْزَمُ من ترکِ المستحبِ ثبوتُ الکراھۃِ (فتاوی رضویہ۶/۶۴)

سبق نمبر(2)

......بحثِ اوّل: کتاب اللہ......

قرآن مجید :

احکامِ شرعیہ کا بنیادی مَاخَذ قرآن مجید ہے اوراس سے مراد وہ کلام ہے جو نبی اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا، مصاحف میں لکھا گیا اور بطریق تواتر نقل ہوتے ہوئے ہم تک پہنچا۔ اصول فقہ میں قرآن پاک کی تقریبا پانچ سو آیات مبارکہ سے بحث کی جاتی ہے کیونکہ احکام شرعیہ کا تعلق انہی سے ہے یعنی ان ہی آیات سے احکام کا استنباط ہوتا ہے اور بقیہ جو آیات مبارکہ ہیں وہ قَصَصِ اُمَمِ سابقہ(گذشتہ اُمتوں کے واقعات) اور تبشیر وتنذیر پر مشتمل ہیں۔

حلال وحرام کے احکام کوقرآنی دلائل سے جاننا قرآن کے الفاظ کی اقسام کو جاننے پر موقوف ہے لہذا سب سے پہلے قرآنی الفاظ کی اقسام ذکر کی جاتی ہیں۔

قرآنی آیات والفاظ کی تقسیم

استدلال واستنباط کے اعتبار سے قرآن پاک کے کلمات کی چار تقسیمات ہیں:

(۱)......الفاظ کی وضع معانی کیلئے۔

اس اعتبار سے قرآنی آیات والفاظ کی چار اقسام ہیں:

۱۔خاص ۲۔عام ۳۔مشترک ٤۔مؤول

(۲)......الفاظ کے معانی کا ظہور وخفاء۔

اس لحاظ سے قرآنی آیات والفاظ کی آٹھ اقسام ہیں:

چار ظہور کے اعتبار سے: ۱۔ظاہر ۲۔نص ۳۔مفسر ٤۔محکم

اور چار خفاء کے اعتبار سے: ۱۔خفی ۲۔مشکل ۳۔مجمل ٤۔متشابہ

(۳)......الفاظ اور جملوں کا معانی میں استعمال۔

اس اعتبار سے بھی قرآنی آیات والفاظ کی چار اقسام ہیں:

۱۔حقیقت ۲۔مجاز ۳۔صریح ٤۔کنایہ

(٤)......طریقہ استدلال۔

اس اعتبار سے بھی قرآنی آیات والفاظ کی چار اقسام ہیں:

۱۔عبارۃ النص ۲۔اشارۃ النص ۳۔دلالت النص ٤۔اقتضاء النص

نوٹ :

استدلال سے مراد مذکورہ چار بنیادی مآخِذ (اصول فقہ) سے کسی مسئلہ کو ثابت کرنا ہے۔



سبق نمبر(3)

﴿......خاص وعام کا بیان......﴾

خاص ہر وہ لفظ ہے کہ جو کسی معنی معلوم یا مُسَمّٰی معلوم کیلئے انفرادی طور پر وضع کیا گیا ہو۔

نوٹ: مُسَمّٰی معلوم سے مراد کوئی بھی ذاتِ معلومہ ہے۔ جیسے زید، آدمی، انسان۔

خاص کی اقسام

خاص کی تین قسمیں ہیں:

(۱)......خاص الفرد جیسے ''زید'' (۲)......خاص النوع جیسے ''رجل''

(۳)......خاص الجنس جیسے اِنسَان.

خاص کا حکم :

(۱)......خاص اگر کتاب اللہ میں ہو تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

(۲)......اگر خاص کے مقابلہ میں خبر واحد یا قیاس آجائے، تو خاص کے حکم میں بغیر کسی تغیر و تبدل کے دونوں کے مابین تطبیق ممکن ہو تو فبھا، ورنہ کتاب اللہ پر عمل کیا جائے گا۔

خاص کی مثال : (خاص الفرد)

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ

بِأَنفُسِهِنَّ ثَلاثَةَ قُرُوءٍ ﴾[البقرۃ: ۲۲۸] ترجمۂ کنز الایمان: ''اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک'' اس آیت میں لفظ ''ثلاثۃ'' ایک عدد خاص ہے جو کہ دو سے زائد اور چار سے کم پر دلالت کرتا ہے۔

عام کی تعریف:

عام ہر وہ لفظ ہے جو افراد کی ایک جماعت کو یا تو لفظا شامل ہو۔ جیسے: ''مسلمون'' اور ''مشرکون''، یا معنی۔ جیسے ''مَن'' اور ''ما''۔

☆......عام کی اقسام......☆

عام کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

(۱)......عامِ مخصوص (۲)......عامِ غیر مخصوص

عامِ مخصوص:

عام کے حکم میں سے ایک یا کچھ افراد کو خارج کر دیا جائے تو اسے عامِ مخصوص کہتے ہیں۔ جیسے اگر کہا جائے: ''اقتلوا المشرکین ولا تقتلوا اھل الذمۃ یعنی تمام مشرکین کو قتل کر دو سوائے ذمیوں کے'' تو پہلے قتل کا حکم عام تھا یعنی تمام مشرکین کو قتل کرنے کا حکم تھا پھر بعد میں ذمیوں کو اس حکمِ عام سے خارج کر دیا گیا۔ لہذا اب ذمیوں کو خارج کرکے جتنے بھی مشرکین بچے وہ ''عامِ مخصوص'' کہلائیں گے۔

عامِ مخصوص کا حکم:

اس میں موجود بقیہ افراد کے حکم پر عمل کرنا واجب ہے لیکن ان افراد میں بھی

تخصیص کا احتمال باقی رہتا ہے لہذا جب بقیہ افراد کی تخصیص پر کوئی دلیل قائم ہو جائے تو ان کو بھی تخصیص کے ذریعے عام کے حکم سے خارج کرنا جائز ہے اور اس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے کی جا سکتی ہے حتی کہ یہ تخصیص اس وقت تک درست ہے جب تک کہ عام میں کم از کم تین افراد نہ رہ جائیں اور اس کے بعد مزید تخصیص کی ہرگز گنجائش نہیں لہذا اب بلا احتمال اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

عامِ غیر مخصوص :

عام کے حکم سے اگر کسی فرد کو بھی خارج نہ کیا جائے تو اسے ''عامِ غیر مخصوص'' کہتے ہیں۔ جیسے اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿فَاقْرَؤُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ [المزمل: ۲۰] ترجمۂ کنز الایمان: ''اب قرآن میں سے جتنا تم پر آسان ہو اتنا پڑھو۔'' اس آیت مبارکہ میں لفظ ''ما'' عام ہے اور اس کے حکم یعنی قراءت سے کسی فرد (آیت یا سورت) کو خاص نہیں کیا گیا، مطلب یہ ہے کہ قرآن پاک کے کسی بھی مقام سے جتنا چاہو نماز میں تلاوت کرو۔

نوٹ:

عامِ غیر مخصوص کا حکم خاص کی طرح ہے۔

''من'' اور ''ما'' کا مفہوم اور ان کے ما بین وجہ فرق

دونوں اصل کے اعتبار سے عموم کے لئے ہیں لیکن خصوص کا بھی احتمال رکھتے ہیں اور وجہ فرق یہ ہے کہ ''مَن'' ذوی العقول کیلئے مستعمل ہے لیکن کسی قرینہ کی بناء پر کبھی غیر ذوی العقول کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ ''ما'' کا

معاملہ اس کے برعکس ہے یعنی ''ما'' غیر ذوی العقول کیلئے مستعمل ہے لیکن کسی قرینہ کی بناء پر کبھی ذوی العقول کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

''من'' کے عموم کی مثال :

کسی شخص نے کہا ''مَنْ شَاءَ مِنْ عَبِیدِی العتقَ فهُوَ حُرٌّ '' (میرے غلاموں میں سے جو آزادی چاہے وہ آزاد ہے) اس کے بعد سب غلاموں نے ایک ساتھ ہی آزاد ہونا چاہا تو سب غلام آزاد ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ کلمہ ''مَن'' عام ہے جو تمام غلاموں کو شامل ہے۔

''ما'' کے عموم کی مثال :

امام محمد رحمہ اللہ نے ایک مثال ذکر کی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی باندی (لونڈی) سے کہے: ''اِنْ کَانَ مَا فِی بطنِکِ غلاماً فانتِ حُرَّةٌ '' (یعنی اگر تیرے پیٹ میں لڑکا ہے تو تُو آزاد ہے) اس کے بعد اس باندی نے ایک بچہ اور ایک بچی جنی تو وہ آزادی کی مستحق نہیں ہوگی کیونکہ ''ما'' کا عموم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ بچہ ہی جنے لیکن جب اس نے بچے کے ساتھ بچی کو جنا تو کلمہ ''مـــا'' کا مقتضیٰ پورا نہ ہونے کی وجہ سے وہ آزاد نہیں ہوگی۔



سبق نمبر(4)

......مطلق ومقید کا بیان......

مطلق کی تعریف :

وہ اسم جس سے بغیر کسی قید کے مسمیٰ مراد لیا جائے خواہ وہ صفت ہو یا اسم جنس۔

مطلق کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:﴿الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ﴾[النور: ۲]ترجمۂ کنزالایمان:''جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔'' اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے زانی مرد وعورت کیلئے فقط ''مئة جلدة'' یعنی سو کوڑوں کی سزا مقرر فرمائی ہے لہذا اس مطلق پر بطور حد مزید کسی قسم کی زیادتی یعنی'' تغریب عام'' (ایک سال کیلئے جلاوطنی) نہیں کی جائے گی۔

مطلق کا حکم :

جب مطلق کے اطلاق پر عمل کرنا ممکن ہو تو اس پر خبر واحد یا قیاس سے زیادتی کرنا جائز نہیں۔

مقید کی تعریف :

وہ اسم جس سے مع القید مسمی مراد لیا جائے خواہ وہ صفت ہو یا اسم جنس۔

مقید کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَمَن قَتَلَ مُؤْمِناً خَطَئاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾ [النساء: ٩٢] ترجمۂ کنزالایمان: ''اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرلے تو اس پر ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ عزوجل نے کسی مومن کو غلطی سے قتل کرنے کی صورت میں بطور کفارہ غلام (مرد یا عورت) کو آزاد کرنے کا حکم ارشاد فرمایا، لیکن اس غلام میں مؤمن ہونے کی قید لگا کر اسے مقید فرما دیا لہذا اب قتلِ خطا کے کفارے میں ہر غلام کو آزاد نہیں کیا جا سکتا بلکہ صرف مومن ہی کو آزاد کیا جائے گا۔

مقید کا حکم :

جب کوئی لفظ مقید وارد ہو تو اس میں قید کا اعتبار کرنا واجب ہے جب تک کوئی ایسا لفظ وارد نہ ہو جو اس قید کو باطل کرنے کا فائدہ دے۔



بیماری بھی نعمت ہے

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت علامہ ومولانا الشاہ امام **احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن ملفوظات شریف میں فرماتے ہیں: ''اگر چالیس دن گزر جائیں کہ کوئی علت (یعنی بیماری یا تکلیف) یا قلت (تنگی) یا ذلت نہ ہو تو خوف کرے کہ کہیں چھوڑ نہ دیا گیا۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ اوّل، ص ٢٠٩، مکتبۃ المدینہ)

سبق نمبر(5)

......مشترک ومؤول کا بیان......

مشترک کی تعریف:

مشترک وہ لفظ ہے جو دو یا دو سے زائد مختلف معانی کیلئے وضع کیا گیا ہو۔

مشترک کی مثال:

لفظ" مشتری " دومعانی میں مستعمل ہے یعنی''خریدار''اور''آسمانی ستارہ'' اسی طرح لفظ''جارية''، کبھی''لونڈی'' کے لئے استعمال ہوتا ہےاور کبھی''کشتی'' کے لئے۔لہذا یہ دونوں الفاظ مشترک ہیں۔

مشترک کا حکم:

مشترک کے کئی معانی میں سے جب کوئی معنی بطور مراد متعین ہو جائے تو دیگر معانی کا اعتبار ساقط ہوجائے گا۔جیسے اگر کہا جائے:''جاء المشتری بالمبیع'' تو یہاں لفظ" مشتری'' سے''خریدار''ہی مراد لیا جائے گا اگر چہ یہ آسمانی ستارے کے لئے بھی مستعمل ہے لیکن یہ معنی اس لئے نہیں لیا جا سکتا کیوں کہ لفظ مشتری سے پہلے''جَاءَ''اوراس کے بعد''المبیع''ایسے قرائن موجود ہیں جن سے قائل کی مراد کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

مؤول کی تعریف :

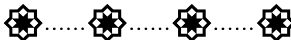
جب غالب رائے سے مشترک کے کسی ایک معنیٰ کو ترجیح حاصل ہو جائے تو اسے مؤول کہتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ﴾ [البقرة: ۲۳۰] ترجمۂ کنزالایمان: ''جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔'' لفظ ''نکاح'' کا معنیٰ عقد (شادی) بھی ہے اور ''وطی'' بھی لیکن احناف نے جب غالب رائے سے یہاں ایک معنیٰ یعنی ''وطی'' مراد لے لیا تو اس آیت میں موجود لفظ نکاح مؤول ہو گیا یعنی اس کا ایک معنیٰ غالب رائے سے ترجیح پا گیا۔

نوٹ:

غالب رائے سے مراد قیاس سے حاصل ہونے والا ظن یا خبر واحد یا نصوص میں موجود دیگر قرائن ہیں۔

مؤول کا حکم :

مؤول پر عمل کرنا واجب ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال رہتا ہے۔ کیونکہ اس میں تاویل مجتہد کی طرف سے ہوتی ہے اور دلیل ظنی کے ساتھ لفظ کی مراد بیان کی جاتی ہے، بالفاظِ دیگر اپنے مرادی معنیٰ میں قطعی نہ ہونے کی وجہ سے اس میں دوسرے معنیٰ کا بھی احتمال باقی رہتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کے منکر کو کافر نہیں کہتے۔



سبق نمبر(6)

......حقیقت ومجاز کا بیان......

حقیقت و مجاز کی تعریف:

لغت کے واضع نے جولفظ جس معنی کے کئے وضع کیا اگر وہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوتو حقیقت ورنہ مجاز کہلاتا ہے۔جیسے اگر''شیر'' کے لئے لفظ(اسد) بولا جائے تو حقیقت اور کسی ''بہادر شخص'' کے لئے بولا جائے تو مجاز ہے۔کیونکہ واضع نے لفظ(اسد)کوشیر کے لئے وضع کیا تھا نہ کہ کسی بہادر شخص کے لئے۔

اسی طرح فرمان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ :**لا تَبِیْعُوا الدرھمَ بالدرھمینِ ولا الصاعَ بالصاعینِ**.(ایک درہم کودودرہموں کے عوض اورایک صاع کودوصاع کے عوض مت بیچو)اس حدیث سے یہ مرادنہیں کہ ایک صاع (جوکہ ایک پیمانہ ہے) کودوصاع کے عوض مت بیچو بلکہ اس بات پرعلماء کا اجماع ہے کہ یہاں صاع سے مرادمجازاوہ شئی ہے جواس پیمانے (صاع) میں ناپ کردی جاتی ہے۔لہذا یہاں ظرف بول کرمظروف مرادلیا گیاہے۔

نوٹ:

(ا)......لفظ صاع سے پیمانہ مراد لینا حقیقت اوراس پیمانے میں ناپ کر دی جانے والی چیز مراد لینا مجاز ہے۔

(۲)......صاع تقریباً چار کلو ایک سو گرام کا ہوتا ہے۔

تنبیہ:

ایک لفظ سے ایک ہی حالت میں حقیقت اور مجاز دونوں مراد نہیں لئے جاسکتے یا تو حقیقی معنی مراد ہوگا یا مجازی جیسے سابقہ مثال، کیونکہ حقیقت اصل ہے اور مجاز مستعار۔

☆......حقیقت کی اقسام......☆

حقیقت کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

(۱)......حقیقت متعذرہ (۲)......حقیقت مہجورہ (۳)......حقیقت مستعملہ

(۱)......حقیقتِ متعذرہ:

ایسی حقیقت جس پر عمل مشکل ہو۔

مثال:

کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں اس کنویں سے نہیں پیؤں گا تو اس سے اس کا حقیقی معنی (کنویں میں اتر کر پینا مراد نہیں لیا جائے گا) کیونکہ اس قسم کا فعل عادۃً مشکل ہے بلکہ چلو یا کسی برتن کے ذریعے پینا مراد لیا جائے گا۔اسی لئے اگر حالف (قسم کھانے والا) کنویں میں داخل ہو کر بتکلف منہ سے پی بھی لے تو قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ اس پر عمل کرنا عادۃً مشکل ہے تو اس قول سے مجازی معنی یعنی چلو بھر کر پینا یا کسی برتن سے پینا مراد ہوگا۔

(۲)......حقیقتِ مہجورہ:

ایسی حقیقت جس پر عمل کرنا تو آسان ہو لیکن لوگوں نے اس پر عمل کرنا چھوڑ

دیا ہو۔

مثال :

اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کے گھر میں قدم نہیں رکھوں گا تو اس سے اس کا حقیقی معنی ''قدم رکھنا'' مراد نہیں لیا جائے گا کیونکہ لوگ اس سے یہ معنی مراد نہیں لیتے بلکہ عرف کے مطابق ''گھر میں داخل ہونا'' مراد لیا جائے گا۔

حقیقتِ متعذرہ و مہجورہ کا حکم :

جب حقیقت متعذر یا مہجور ہو تو بالاتفاق مجازی معنی مراد لئے جائیں گے۔

(۳)......حقیقتِ مستعمَلہ :

ایسی حقیقت جس پر عمل کیا جاتا ہو اگرچہ اس کے مجاز پر بھی عمل ہوتا ہو۔

مثال :

اگر کسی شخص نے قسم کھائی کہ میں اس گندم سے نہیں کھاؤں گا تو اس سے ''گندم کے دانے کھانا'' مراد لینا حقیقت ہے اور ''آٹا، ستو، روٹی وغیرہ کھانا'' مراد لینا مجاز ہے اور یہ دونوں ہی مستعمل ہیں۔

حقیقتِ مستعملہ کا حکم :

حقیقت مستعملہ کی دو صورتیں ہیں یا تو اسکا مجاز متعارف ہوگا یا نہیں اگر مجاز متعارف ہے تو امام صاحب کے نزدیک حقیقت پر عمل کرنا اولی ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک عموم مجاز پر عمل کرنا اولی ہے اور اگر مجاز متعارف نہیں ہے تو بالاتفاق حقیقت پر عمل کرنا اولی ہے۔

مجاز کا حکم :

مجاز کی طرف اسی وقت پھریں گے جبکہ حقیقت متعذر یا مہجور ہو۔



فوائد اصولیہ

☆......جو مباح بنیتِ محمودہ کیا جائے وہ شرعاً محمود ہو جاتا ہے۔ (فتاوی رضویہ ۲۳/۴۸۳)

☆......جو دلالت النص سے ثابت ہو وہ اسی طرح ہوتا ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔(ایضا)

☆......علماء جب کراہت مطلق بولتے ہیں تو اس سے کراہتِ تحریم مراد لیتے ہیں۔ (ایضا ص ۵۰۱)

☆......ہر مکروہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور ہر صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے۔(ایضا ص ۵۲۴)

☆......(المعروف کالمشروط) یعنی عرف میں جو کچھ مشہور ہے وہ اسی طرح ہے جیسے شرط کر دیا گیا۔ (ایضا ص ۵۳۷)

☆......جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔(ایضا)

فقہِ عملی کی اقسام

فقہ عملی کی تین اقسام ہیں:

(۱)......عبادات (۲)......معاملات (۳)......عقوبات

☆......**عبادات** : یہ پانچ ہیں:

(۱)......نماز (۲)......روزہ (۳)......حج (۴)......زکوۃ (۵)...... جہاد

☆......**معاملات** : یہ بھی پانچ ہیں:

(۱)......معاوضات مالیہ (۲)......مناکحات (۳)......مخاصمات (۴)......امانات (۵)......ترکات

☆......**عقوبات**: یہ بھی پانچ ہیں:

(۱)......قصاص (۲)......حد سرقہ (۳)......حد زنا (۴)......حد قذف (۵)......حد ارتداد

(مجموعۃ قواعد الفقہ ص ۳)

سبق نمبر(7)

لفظ کے کل یا بعض حقیقی معنی چھوڑ دینے کی صورتیں

جب حقیقت پر عمل مشکل یا ناممکن ہوتو کبھی لفظ کی حقیقت کے کُل افراد چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور کبھی بعض، جب کسی لفظ کی حقیقت کے کل افراد چھوڑ دیئے جائیں تو مجاز کی طرف پھرنا ضروری ہوتا ہے لیکن جب کل افراد نہ چھوڑے گئے ہوں بلکہ بعض چھوڑ دیئے گئے ہوں تو اس وقت مجاز کی طرف نہیں پھریں گے بلکہ حقیقت قاصرہ (یعنی حقیقت کے بعض افراد) مراد لیں گے(کیونکہ کلام میں اصل حقیقت ہے)۔

ہم یہاں لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد چھوڑ دینے کی کچھ وجوہات اوران کی صورتیں بیان کرتے ہیں۔

(۱)......**دلالتِ عرف** :

بعض اوقات دلالتِ عرف کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔جیسے اگرکسی شخص نےقسم کھائی کہ میں سرنہیں کھاؤں گا تو لفظ ''سر''اپنے مدلول کے تمام افراد کوشامل ہے چاہے گائے بھینس بکری کا سر ہو یاچڑیا کالیکن عرف میں اس قسم کے جملے سے چڑیا کا سر مرادنہیں لیا جاتا بلکہ گائے بکری وغیرہ کے سر مراد ہوتے ہیں اوریہی حقیقت قاصرہ ہے لہذا معلوم

ہوا کہ یہاں حقیقت کے بعض افراد یعنی چڑیا وغیرہ کے سر کو عرف کی بناء پر چھوڑ دیا گیا ہے اسی لئے اگر حالف نے اس قَسم کے بعد چڑیا کا سر کھالیا تو اس سے نہ قسم ٹوٹے گی اور نہ کفارہ لازم آئے گا۔ اسی طرح بعض اوقات لفظ کی حقیقت کے تمام افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

(۲)...... دلالت نفسِ کلام :

بعض اوقات دلالتِ نفس کلام کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے یعنی کلام ہی ایسا ہو کہ ترک حقیقت پر دلالت کرے۔ جیسے اگر کوئی شخص کہے کہ میرا ہر مملوک آزاد ہے تو اس کلام کی وجہ سے وہی مملوک آزاد ہوگا جو کلی طور پر اس کی ملکیت میں ہو لہذا مُکاتَب غلام یا وہ غلام کہ جس کا بعض آزاد ہو، آزاد نہیں ہوں گے کیونکہ یہ مکمل طور پر اس کی ملکیت میں نہیں۔

(۳)...... سیاق کلام کی دلالت :

بعض اوقات دلالتِ سیاقِ کلام کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی مسلمان کسی حربی کافر سے کہے کہ ''نیچے اتر اگر تو مرد ہے'' تو سیاقِ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اسے نیچے اترنے کی اجازت نہیں دی جارہی بلکہ اسے دھمکی دی جارہی ہے۔

نوٹ :

آگے آنے والے کلام کو سیاقِ کلام اور گزر جانے والے کلام کو سباقِ کلام کہتے ہیں۔ مذکورہ مثال میں ''اگر تو مرد ہے'' سیاقِ کلام اور ''نیچے اتر'' سباقِ

کلام ہے۔

(٤)...... دلالت متکلم :

بعض اوقات دلالتِ متکلم کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔یعنی متکلم کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ اسے دیکھ کراندازہ لگایا جا سکتاہے کہ یہاں اس کے کلام کی کیا مراد ہے۔مثلا اگر کوئی مسافر کہے کہ مجھے گوشت لا دوتو اس کے کلام کا حقیقی معنی تو یہ ہے کہ کچا گوشت لایا جائے لیکن اس کا مسافر ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں اس کی مراد کچا گوشت نہیں بلکہ پکا ہوا گوشت ہے۔

(٥)...... محلِ کلام کی دلالت :

بعض اوقات دلالتِ محل کلام کی بناء پر لفظ کی حقیقت کے کل یا بعض افراد کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔یعنی جس کے بارے میں کلام چلایا گیا ہو اس پر کلام کے حقیقی معنی صادق ہی نہ آئیں۔مثلا اگرکوئی آزاد عورت کسی مرد سے یہ کہے کہ ''میں نے اپنا آپ تجھے بیچا''تو یہ بیع نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ عورت آزاد ہے لہذا یہاں اس کے کلام کے حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی یعنی ''نکاح'' مراد لیا جائے گا۔اور حقیقی معنی کو اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ عورت بیع کا محل ہی نہیں کہ اس پر یہ کلام صادق آئے۔



سبق نمبر(8)

......صریح وکنایہ کا بیان......

صریح کی تعریف:

صریح وہ لفظ ہے جس کی مراد بالکل واضح ہو اس طور پر کہ جب وہ لفظ بولا جائے تو مراد سمجھ میں آجائے۔

صریح کی مثال:

اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا ''اَنْتِ طَالِقٌ'' تو فوراً طلاق واقع ہوجائے گی اگرچہ وہ یہ کہے کہ غلطی سے میرے منہ سے نکل گیا تھا یا میں نے طلاق کی نیت نہیں کی تھی کیونکہ لفظ ''طالق'' طلاق دینے میں بالکل صریح ہے اس میں نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

نوٹ:

صریح میں نیت وتاویل کا اعتبار اس لئے نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح تو کوئی بھی شخص کچھ بھی صراحۃً کہہ کر مکر سکتا ہے حتی کہ معاذ اللہ کلمہ کفر تک بک کر یہ کہہ سکتا ہے کہ میری یہ نیت نہیں تھی۔ فتاوی رضویہ جلد ۱۵ ص ۱۸۹ پر شفاء شریف کے حوالے سے ہے کہ: ''التاویل فی لفظ صراح لا یقبل یعنی صریح لفظ میں تاویل قبول نہیں کی جاسکتی۔''

صریح کا حکم :

صریح سے کلام کی مراد ثابت ہو جاتی ہے اگر چہ وہ خبر، صفت یا ندا ہی کیوں نہ ہو اور اس میں نیت کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔

کنایہ کی تعریف :

کنایہ وہ لفظ ہے جس کی مراد پوشیدہ ہو۔

کنایہ کی مثال :

اگر کسی نے اپنی زوجہ سے کہا ''اَنْتِ بَائِنٌ'' یعنی تو جدا ہے تو محض اس کے تکلم سے طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ بائن کے معنی تو معلوم ہیں یعنی ''عورت جدا ہے'' لیکن یہ نہیں معلوم کہ عورت مال سے جدا ہے یا خاندان سے یا شوہر سے۔ اس لئے طلاق کے واقع ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ شوہر طلاق کی نیت کرے یا مذاکرۂ طلاق موجود ہو، ورنہ طلاق واقع نہیں ہوگی۔

کنایہ کا حکم :

نیت یا دلالتِ حال پائے جانے کے وقت کنایہ کا حکم ثابت ہوتا ہے جیسے: ''اَنْتِ بَائِنٌ'' سے اس وقت طلاق واقع ہوگی جب قائل نیتِ طلاق کرے یا پھر مذاکرۂ طلاق ہو۔



سبق نمبر(9)

﴿......ظہور وخَفا کی اقسام......﴾

متقابلات :

متقابلات سے مراد وہ آٹھ چیزیں ہیں جوایک دوسرے کے مقابلے میں واقع ہوتی ہیں۔ جیسے ''ظاہر'' کے مقابلے میں ''خفی''، ''نص'' کے مقابلے میں ''مشکل''، ''مفسر'' کے مقابلے میں ''مجمل''، اور ''محکم'' کے مقابلے میں ''متشابہ''۔اب ان میں سے ہرایک کی الگ الگ وضاحت کی جاتی ہے۔

ظاهر کی تعریف :

ظاہر سے مراد وہ کلام ہے جسے محض سنتے ہی اس کی مراد بغیر کسی تامل (غوروفکر) کے سامع پر واضح ہوجائے۔

ظاهر کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:﴿وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا ﴾[البقرة: ٢٧٥] ترجمۂ کنزالایمان:''اوراللہ نے حلال کیا بیع کواورحرام کیا سود۔''اس کلام کواس لیے لایا گیا تاکہ کفار کے اس دعوی کی تردید ہوکہ بیع اورسود دونوں ایک ہی ہیں۔ لہذا اس کلام کو سنتے ہی اسکی مرادسامع پر بالکل واضح ہوگئی کہ بیع اورسود کے درمیان فرق ہے۔

نص کی تعریف :

لفظ (کلام) کو جس معنی کیلئے چلایا گیا ہو تو وہ لفظ اس معنی کے لئے نص کہلاتا ہے۔

نص کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿فَانكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾ [النساء: ۳] ترجمۂ کنزالایمان: ’’تو نکاح میں لاؤ جو عورتیں تمہیں خوش آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار۔‘‘ یہاں کلام کو یہ بیان کرنے کے لئے چلایا گیا ہے کہ مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ کتنی شادی کرسکتا ہے۔

نوٹ:

بعض اوقات ہر دلیل سمعی (قرآن، حدیث اور اجماع) کو بھی نص کہہ دیا جاتا ہے۔

ظاہر ونص کا حکم :

ظاہر و نص پر عمل کرنا واجب ہے خواہ یہ عام ہوں یا خاص لیکن ارادۂ غیر کا احتمال باقی رہتا ہے۔ (کیونکہ ان میں تاویل و تخصیص ہوسکتی ہے)

مفسر کی تعریف :

مفسر وہ کلام ہے جس کی مراد متکلم کے بیان سے ایسی ظاہر ہو کہ اس میں تاویل و تخصیص کا احتمال نہ رہے۔

مفسر کی مثال :

اگر کوئی شخص کہے: ''تَزَوَّجْتُ فَلَانَۃً شَھْراً بِکَذَا ''یعنی میں نے فلاں عورت سے ایک مہینے کیلئے اتنے مہر پر نکاح کیا۔تو اس کلام میں لفظ ''تَزَوَّجْتُ'' سے اس بات کا احتمال پیدا ہو رہا تھا کہ ہوسکتا ہے اس نے نکاح متعہ مراد لیا ہو لیکن جب آگے لفظ'' شھـــــرا'' ذکر کیا تو اس سے متکلم کی مراد واضح ہو گئی کہ اس نے متعہ ہی کیا ہے۔

محکم کی تعریف :

وہ کلام جس میں متکلم کی مراد مفسر سے اس قدر زیادہ ظاہر ہو کہ اس کا خلاف کسی طور پر بھی جائز نہ ہو۔

محکم کی مثال :

کوئی شخص اقرار کرے کہ ''لِـفُلَانٍ عَـلَـیَّ اَلْفٌ مِـنْ ثَـمَـنِ ھٰذَا الْـعَبْدِ ''یعنی فلاں کے مجھ پر اس غلام کی قیمت کے ہزار روپے ہیں تو اس شخص کا یہ کلام اس بارے میں محکم ہے کہ اس پر اس غلام کے عوض ہزار روپے ہیں۔

مفسر ومحکم کا حکم :

مفسر و محکم پر ہر حال میں عمل کرنا واجب ہے۔

اب ہم ان کے متقابلات ذکر کرتے ہیں۔

خفی کی تعریف :

خفی وہ لفظ ہے کہ جس کی مراد کسی عارض کی وجہ سے پوشیدہ ہو، نہ کہ صیغہ کی

حیثیت سے۔

خفی کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿الزَّانِیَةُ وَالزَّانِی فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِئَةَ جَلْدَةٍ﴾[النور: ۲] ترجمۂ کنزالایمان: ''جوعورت بدکار ہو اور جومرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ۔'' یہ آیت مبارکہ زانی کے حق میں تو ظاہر ہے لیکن لوطی کے بارے میں پوشیدہ ہے کہ آیا لوطی بھی اس حکم میں داخل ہے یا نہیں۔

خفی کا حکم :

خفی کے معانی اور محتملات کی تلاش واجب ہے یہاں تک کہ خفاء دور ہو جائے۔

مشکل کی تعریف :

وہ لفظ جس میں خفی سے بھی زیادہ خفا اور پوشیدگی پائی جائے، اور اپنے دیگر افراد میں اس طرح گھل مل گیا ہو کہ اس کی پہچان مشکل ہوگئی ہو حتی کہ اس کے معانی کی طلب اور پھر ان میں غور وفکر اسے اپنے ہم شکل افراد سے ممتاز کردے۔

مشکل کی مثال :

اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ سالن کے ساتھ روٹی تر کر کے نہیں کھاؤں گا تو اس کا یہ کلام ''سرکہ'' اور ''کھجور کے شیرہ'' کے بارے میں تو ظاہر ہے اس طور پر کہ اگر سرکہ اور انگور سے روٹی کھائے گا تو قسم ٹوٹ جائے گی لیکن ''بھنے ہوئے

گوشت'' اور'' انڈے'' کے بارے میں مشکل ہے۔لہذا سب سے پہلے ہم لفظ ''ادام'' کے معنی کی طلب اور پھر اس میں غور وفکر کریں گے کہ گوشت اور انڈہ ادام میں داخل ہیں یا نہیں، اسکے بعد حانث ہونے یا نہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

نوٹ :

''اِدَام'' وہ چیز ہے جو روٹی کے ہمراہ تبعاً کھائی جائے اس طور پر کہ وہ چیز روٹی میں سرایت کر جائے۔

مشکل کا حکم :

اس کے معنی کی طلب اور پھر اس میں تامل (غور وفکر کرنا) واجب ہے۔

مجمل کی تعریف :

مجمل وہ لفظ ہے جو کئی معانی کا احتمال رکھتا ہو اور متکلم کی طرف سے بیان کرنے پر اسکی مراد ظاہر ہو۔(مجمل اشتباہ میں مشکل سے بھی زائد ہوتا ہے)

مجمل کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:﴿حَـرَّمَ الـرِّبَـا﴾[البقرۃ: ۲۷۵] ترجمۂ کنز الایمان:''اور حرام کیا سود۔'' ربا ''مطلقا زیادتی'' کو کہتے ہیں اور یہ یہاں مراد نہیں بلکہ ایک ہی جنس کی مکیلی اور موزونی اشیاء کی بیع میں وہ زیادتی مراد ہے جس کے مقابلے میں عوض نہ ہو۔

متشابہ کی تعریف :

وہ لفظ جس کی مراد دنیا والوں کو معلوم نہ ہو اگر چہ آخرت میں معلوم ہو

جائے۔

متشابہ کی مثال :

قرآن پاک کی بعض سورتوں کے شروع میں موجود حروفِ مقطعات۔

مجمل اور متشابہ کا حکم :

ان کی مراد کے حق ہونے کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے یہاں تک کہ اسکی وضاحت ہوجائے۔



ضابطۂ کلیۂ واجبۃ الحفظ

ضابطہ کلیہ واجبۃ الحفظ یہ ہے کہ فعلِ فرائض وترکِ محرمات کو اِرضائے خلق پر مقدم رکھے اوران امور میں کسی کی مطلقا پرواہ نہ کرے، اوراتیانِ مستحب وترکِ غیراَولی پرُمداراتِ خلق ومراعاتِ قلوب کواہم جانے اور فتنہ ونفرت وایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے، اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے ان کی حرمت و شناعت نہ ثابت ہوان میں اپنے ترفع وتنزہ کے لئے خلاف وجدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف وموانست کے معارض اورمراد ومحبوب شارع کے مناقض ہیں، ہاں وہاں، ہوشیار و گوش دار، کہ یہ وہ نکتۂ جمیلہ وحکمتِ جلیلہ وکوچۂ سلامت و جادۂ کرامت ہے جس سے بہت زاہدانِ خشک واہلِ تکشّف غافل وجاہل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط ودین پرور بنتے ہیں اورفی الواقع مغزِ حکمت ومقصودِشریعت سے دور پڑتے ہیں، خبردارومحکم گیر! یہ چندسطروں میں علم غزیر، وباللہ التوفیق والیہ المصیر.

(فتاوی رضویہ۴/۵۲۸)

سبق نمبر(10)

﴾......متعلقاتِ نصوص کا بیان......﴿

متعلقات نصوص :

نصوص کی اپنے معانی پر دلالت مندرجہ ذیل طریقوں سے ہوتی ہے۔
۱۔عبارت النص ۲۔اشارۃ النص ۳۔دلالۃ النص ٤۔اقتضاء النص۔
انہیں متعلقات نصوص کہتے ہیں۔

عبارۃ النص کی تعریف :

کسی حکم کو ثابت کرنے کے لئے جو کلام چلایا جائے اسے عبارۃ النص کہتے ہیں۔

مثال:

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيارِهِمْ﴾[الحشر: ۸] ترجمۂ کنزالایمان: ''ان فقیر ہجرت کرنے والوں کیلئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے۔'' یہ کلام اس بات (حکم) کو ثابت کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ جو مہاجر فقیر ہیں مالِ غنیمت میں انکا بھی حق ہے لہذا مال غنیمت کے مستحق افراد کے بیان میں یہ عبارۃ النص ہے۔

عبارۃ النص کا حکم :

یہ قطعیت کا فائدہ دیتی ہے جبکہ عوارض سے خالی ہواور تعارض کے وقت اسے اشارۃ النص پر ترجیح حاصل ہوگی۔

اشارۃ النص کی تعریف :

نص سے بغیر کسی زیادتی کے جو معنی وحکم اشارۃ سمجھ میں آرہا ہو اسے اشارۃ النص کہتے ہیں۔ نیز اسکے لئے کلام نہیں چلایا جاتا۔

اشارۃ النص کی مثال :

جیسے مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کافر مسلمان کے مال پر قبضہ کرے تو مسلمان کے مال پر کافر کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے اس لیے کہ اگر مسلمان کا مال اس کی اپنی ہی ملکیت میں رہے اور کفار کی اس میں ملکیت ثابت نہ ہو تو پھر مسلمان کا فقر ثابت نہیں ہوگا، حالانکہ آیت میں مسلمانوں کو ایسی صورت میں فقراء فرمایا گیا ہے۔

دلالۃ النص کی تعریف :

ایسا معنی جو لغوی طور پر حکمِ منصوص علیہ کی علت سمجھا جائے۔

دلالۃ النص کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا ﴾[الاسراء: ۲۳] ترجمۂ کنزالایمان: ’’تو ان سے ہوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا۔‘‘ لغت کا جاننے والا اس آیت کو سنتے ہیں یہ بات جان لے گا کہ ماں

اور باپ کو اف کہنا اس لیے حرام ہے کہ اس میں ان کو اذیت ہوتی ہے اس سے دلالۃ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ انہیں مارنا بھی حرام ہے کیونکہ یہ بھی اذیت کا سبب ہے۔

نوٹ: مذکورہ آیت میں اف کہنے اور مارنے میں علتِ مشترکہ اذیت ہے اور مارنا ایسی شئی ہے جو کلام میں مذکور نہیں۔

دلالۃ النص کا حکم :

منصوص علیہ میں پائی جانے والی علت جہاں پائی جائے گی اس کا حکم بھی وہاں پایا جائے گا۔

نوٹ : دلالۃ النص صریح نص کے قائم مقام ہے نیز احناف کے نزدیک یہ اقتضاء النص سے قوی ہے۔

اقتضاء النص کی تعریف :

وہ معنی جسے مقدّر ماننے بغیر کلام کی دلالت درست نہ ہو۔

اقتضاء النص کی مثال :

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُم﴾ ترجمۂ کنز الایمان: ''حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں۔'' حالانکہ مائیں نہیں بلکہ ان سے نکاح حرام ہے لھذا کلام کے تقاضے کے مطابق یہاں ''نکاحھن'' کے الفاظ محذوف ہیں اور یہ اقتضاء النص ہے۔

اقتضاء النص کا حکم :

اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے ثابت ہونے والی چیز بقدرِ ضرورت ہی ثابت

ہوتی ہے۔جیسے کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے ''اَنْتِ طَالِق'' اوراس سے وہ تین طلاق کی نیت کرے تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ مذکورہ طلاق بطریق اقتضاء ہی مقدر ہوگی اورضرورت بقدرِ ضرورت ہی ثابت ہوتی ہے اور یہ ایک طلاق سے پوری ہوجائے گی۔



الاصل فی الاشیاء الاباحة

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدددین وملت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:

(۱)......ماورائے دِماء وفروج ومضار وخبائث (یعنی خون، شرمگاہ، ضرررساں وناپاک اشیاء کے علاوہ)، تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے۔ **(فتاویٰ رضویہ۵/۵۲۲)**

(۲)......اصل اشیاء میں اباحت ہے یعنی جس چیز کی ممانعت شرع مطہر سے ثابت اوراس کی برائی پر دلیلِ شرعی ناطق صرف وہی ممنوع ومذموم ہے باقی سب چیزیں جائز ومباح رہیں گی۔خاص ان کا ذکرِ جواز قرآن وحدیث میں منصوص ہو یاان کا کچھ ذکر نہ آیا ہو،تو جوشخص جس فعل کوناجائز وحرام یامکروہ کہےاس پر واجب کہ: اپنے دعوے پر دلیل قائم کرے،اور جائز ومباح کہنے والوں کو ہرگز دلیل کی حاجت نہیں کہ ممانعت پرکوئی دلیل شرعی نہ ہونا یہی جواز کی دلیلِ کافی ہے۔ **(فتاویٰ رضویہ۲۶/۵۲۵)**



کسی فعل میں سنت اور کراہت کے اقوال جمع ہوجائیں تو...؟؟؟

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدددین وملت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں:

''اَلْفِعْلُ اذا تَرَدَّدَ بینَ السُّنِّیَّةِ وَالْکَرَاھَةِ کَانَ تَرْکُه اَوْلٰی'' یعنی جب کسی فعل کے سنت اورمکروہ ہونے میں مختلف اقوال جمع ہوجائیں تواس کا ترک اولی ہے، **جیسے**: ''خطبہ میں عصا ہاتھ میں لینا'' بعض علماء نے سنت لکھااور بعض نے مکروہ،اورظاہر ہے کہ اگر سنت بھی ہوتو کوئی سنت مؤکدہ نہیں،تو بنظر اختلاف اس سے بچناہی بہتر ہےمگر جب کوئی عذر ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ۸/۳۰۳)

سبق نمبر(11)

......امر کا بیان......

امر کی تعریف :

امر کا لغوی معنی یہ ہے کہ ''کوئی شخص دوسرے سے کہے افعل یہ کام کر''۔ اور شرع میں ''تَصَرُّفُ اِلْزَامِ الْفِعْلِ عَلَى الْغَيْر ''یعنی دوسرے پر فعل کو لازم کرنے کا تصرف امر کہلاتا ہے۔

امر مطلق کی تعریف :

وہ امر جس میں کسی قرینہ یا دلیل سے یہ معلوم نہ ہو کہ اس پر عمل کرنا ضروری ہے یا نہیں امر مطلق کہلاتا ہے۔

امر مطلق کی مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾[الاعراف: ٢٠٤] ترجمۂ کنزالایمان: ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔'' احناف کا مختار یہ ہے کہ مطلق امر وجوب کیلئے آتا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امر کا ترک معصیت (گناہ) ہے اور جس چیز کے ترک پر گناہ ہو اس کا کرنا واجب ہوتا ہے لہذا امر کا موجب وجوب ہے۔

امر مطلق کا حکم :

جب تک اس امر مطلق کے خلاف کوئی دلیل قائم نہ ہواس پرعمل کرنا واجب ہے۔

☆......مامور بہ کی اقسام باعتبار وقت......☆

مامور بہ (یعنی جس بات کا حکم دیا گیا) کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

(۱)......مطلق عن الوقت (۲)......مقید بالوقت

مطلق عن الوقت کی تعریف :

وہ مامور بہ جس کی ادائیگی محدود وقت کے ساتھ مقید نہ ہو بایں طور کہ وقت کے گذر جانے سے مامور بہ فوت ہو جائے بلکہ پوری عمر میں کسی بھی وقت ادا کرنا ادا ہی کہلائے گا۔

مطلق عن الوقت کی مثال :

اس کی مثال زکوۃ ،عشر ،صدقہ فطر ،حج وغیرہ ایسے افعال ہیں کہ ان کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے بلکہ زندگی میں جب بھی ادا کریں گے تو ادا ہی کہلائیں گے قضاء نہیں۔

مطلق عن الوقت کا حکم :

اس کی ادائیگی فوراً ضروری نہیں بلکہ تاخیر کے ساتھ بھی ہو سکتی ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ زندگی میں فوت نہ ہو۔

مقید بالوقت کی تعریف :

وہ مامور بہ جس کی ادائیگی کیلئے وقت مقرر ہو اور وقت کے اندر اندر ادائیگی

ضروری ہو ورنہ قضاء کہلائے گا۔

مقید بالوقت کی مثال :

اس کی مثال پانچ وقت کی نمازیں اور رمضان المبارک کے روزے ہیں کہ ان افعال کیلئے ایک وقت مقرر ہے اگر اسی وقت میں ادائیگی نہیں کریں گے تو پھر یہ قضاء کہلائیں گے۔

☆......مقید بالوقت کی اقسام......☆

اس کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

(۱)......وہ مامور بہ جس کیلئے وقت ظرف ہے۔

(۲)......وہ مامور بہ جس کیلئے وقت معیار ہے۔

پہلی قسم کی وضاحت :

وہ مامور بہ جو تمام وقت کو محیط نہیں ہوتا بلکہ وقت کے کسی بھی حصے میں پایا جاسکتا ہو۔

مثال :

نماز ظہر وعشاء کہ ان کیلئے کافی وقت ہوتا ہے اگرچہ ان کی ادائیگی چند منٹ میں ہی ہو جاتی ہے۔

اسکے احکام :

(۱)......اس وقت میں اس فعل کی جنس سے دوسرے فعل کا واجب ہونا اس کے منافی نہیں ہوتا۔

(۲)......مامور بہ معین نیت کے بغیر ادا نہیں ہوتا۔

دوسری قسم کی وضاحت :

وہ مامور بہ جو تمام وقت کو محیط ہو اور وقت کی کمی وزیادتی سے گھٹتا بڑھتا رہے۔

مثال :

روزہ سردیوں میں ایام کے چھوٹا ہونے کی وجہ سے چھوٹا اور گرمیوں میں ایام کے بڑا ہونے کی وجہ سے بڑا ہوتا ہے لھذا معلوم ہوا کہ وقت روزہ کے لئے معیار ہے۔

دوسری قسم کا حکم :

اس وقت میں مخصوص عبادت کے علاوہ اس جنس کی کوئی دوسری عبادت جائز نہیں ہے۔

☆......حسن کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام......☆

حسن کے اعتبار سے مامور بہ کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

۱۔حسن بنفسہ　　۲۔حسن لغیرہ

حسن بنفسہ کی تعریف :

وہ مامور بہ جس میں بذات خود اچھائی پائی جائے۔

حسن بنفسہ کی مثال :

اللہ عزوجل پر ایمان لانا، سچ بولنا، عدل وانصاف کرنا، نماز پڑھنا، وغیرہ

وغیرہ۔

حسن بنفسہ کا حکم :

جب بندے پر اس کی ادائیگی واجب ہوجائے تو بغیر ادائیگی یہ ساقط نہیں ہوتا۔

نوٹ :

حسن بنفسہ میں بعض افعال تو وہ ہیں کہ جوکبھی بھی ساقط نہیں ہوتے جیسے اللہ عزوجل پر ایمان لانا۔اور بعض افعال وہ ہیں جو ادائیگی سے یا پھر امر کے ساقط ہونے سے ساقط ہوجاتے ہیں۔جیسے اول وقت میں نماز واجب ہوگی تو یہ ادائیگی سے ساقط ہوجائیگی یا پھر آخروقت تک حیض ونفاس یا جنون کا معاملہ پیش آنے کی وجہ سے امر کے ساقط ہونے کے سبب اسکی ادائیگی بھی ساقط ہو جائے گی۔کیونکہ شرع نے اسے سقوطِ صلوۃ کے اسباب میں شمار کیا ہے لیکن تنگی وقت یا لباس وپانی کی عدم موجودگی کی وجہ سے ساقط نہیں ہوگی۔

حسن لغیرہ کی تعریف :

وہ مامور بہ جو غیر کی وجہ سے حسن ہوجائے۔

مثال :

اس کی مثال وضو اور سعی الی الجمعہ ہے۔وضوءاس لئے حسن ہے کہ یہ نماز کی کنجی اوراس کے لئے شرط ہے اور سعی الی الجمعہ اس لئے حسن قرار پائی کہ یہ جمعہ کی ادائیگی میں معاون ہے۔

حسن لغیرہ کاحکم :

جب وہ واسطہ ساقط ہو جائے جس کی وجہ سے اس (مامور بہ) میں حسن آیا تھا تو مامور بہ بھی ساقط ہو جاتا ہے۔لہذا جس سے جمعہ ساقط ہو جائے اس سے سعی کا وجوب بھی ساقط ہو جائے گا اسی طرح سقوطِ نماز وضو کے وجوب کو بھی ساقط کر دیتا ہے۔

☆......ادائیگی کے اعتبار سے مامور بہ کی اقسام......☆

اس اعتبار سے مامور بہ کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

۱۔اداء ۲۔قضاء

اداء کی تعریف :

عینِ واجب کو اس کے مستحق کے حوالے کرنا اداء کہلاتا ہے۔جیسے وقت پر نماز پڑھنا۔

قضاء کی تعریف :

واجب کی مثل کو اس کے مستحق تک پہنچانا قضاء کہلاتا ہے۔جیسے نماز کو وقت گزار کر پڑھنا۔

☆......اداء کی اقسام......☆

اداء کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

۱۔ادائے کامل ۲۔ادائے قاصر

ادائے کامل کی تعریف :

مامور بہ کو صحیح و مشروع طور پر اور تمام حقوق کے ساتھ بجالانا ادائے کامل کہلاتا ہے۔

مثال :

نماز کو اس کے وقت پر باجماعت ادا کرنا، باوضوء ہو کر طواف کعبۃ اللہ کرنا، مبیع کو اسی طرح مشتری کے حوالے کرنا جس طرح عقد اس کا تقاضا کرتا ہے۔

حکم :

جب اس انداز میں ادائیگی ہو جائے تو مامور کی ذمہ داری پوری ہو جاتی ہے اسی وجہ سے اگر غاصب مغصوبہ شے اس کے مالک کو بیچ دے، ہبہ کر دے، اس کے پاس رہن کے طور پر رکھوا دے یا کسی بھی طریقے سے مالک کے سپرد کر دے تو وہ ذمہ داری سے بر طرف ہو جائے گا اور غاصب کا یہ کلام کہ: میں نے بیچا، رہن رکھوایا، ہبہ کیا وغیرہ سب لغو قرار پائے گا کیونکہ وہ اس شی کا مالک نہیں۔

ادائے قاصر کی تعریف :

واجب کو بعینہ لیکن اس کی صفت میں کچھ نقصان کے ساتھ مستحق کے حوالے کرنا ادائے قاصر کہلاتا ہے۔

حکم :

اگر اس کی مثل کے ساتھ نقصان پورا ہو سکتا ہے تو نقصان کو پورا کیا جائے گا

ورنہ نقصان ساقط ہوجائے گا البتہ گناہ باقی رہے گا۔اسی وجہ سے اگر کسی شخص نے نماز میں تعدیل ارکان کو چھوڑ دیا تو اس کا تدارک اس کی مثل سے کرنا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ بندے کے پاس اس کا کوئی مثل نہیں ہے لہذا یہ ساقط ہوجائے گا، ہاں اگر کسی نے ایام تشریق میں نماز چھوڑ دی تو اس کی قضاء غیر ایام تشریق میں ہوسکتی ہے لیکن جہراً تکبیرِ تشریق نہیں پڑھی جائے گی کیونکہ محل فوت ہو جانے سے یہ بھی فوت ہوگئی۔

نوٹ :

یاد رہے کہ اداء و قضاء کے باب میں اصل اداء ہے چاہے کامل ہو یا ناقص، اور قضاء کی طرف اسی وقت لوٹیں گے جبکہ اداء ممکن نہ ہو۔

☆......قضاء کی اقسام......☆

قضاء کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

۱۔قضائے کامل ۲۔قضائے قاصر

قضائے کامل کی تعریف :

مستحق تک ایسی چیز پہنچانا جو صورۃ اور معنیً دونوں طرح واجب کی مثل ہو۔

مثال :

کسی نے گندم غصب کی اور پھر وہ اس سے ہلاک ہوگئی اب ضمان کے طور پر وہ اتنی ہی گندم دے تو یہ قضائے کامل ہے، قضا اس لئے کہ یہ وہ گندم نہیں جو اس نے غصب کی تھی اور کامل اس لئے کہ یہ صورۃً و معنیً اسی گندم کی طرح ہے، صورۃً

اس لئے کہ یہ اسی گندم جیسی ہے اور معنی اس لئے کہ یہ اتنی ہی قیمت کی ہے۔

قضائے قاصر کی تعریف :

وہ چیز مستحق کے حوالے کرنا جو واجب کی مثل صوری نہیں بلکہ مثل معنوی ہو۔

قضائے قاصر کی مثال :

اگر کسی نے بکری غصب کر لی پھر وہ اس سے ہلاک ہوگئی تو اب غاصب اسکی قیمت کا ضامن ہوگا اور یہاں بکری کی قیمت دینا مثلِ معنوی ہے صوری نہیں۔

مثل شرعی کی تعریف :

وہ مثل جو واجب کے کسی طرح بھی مشابہ نہ ہو نہ صورۃً اور نہ ہی معنیً البتہ شریعت نے اسے مثل قرار دیا ہو۔

مثل شرعی کی مثال :

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کو خطاً قتل کر ڈالے تو یہ ایک ایسا فعل ہے جس کا نہ تو کوئی مثل صوری ہے اور نہ ہی مثل معنوی۔ لیکن شریعت مطہرہ نے دیت کو اس کا مثل قرار دیا ہے لہذا دِیّت قتل خطا کا مثل ہے۔ باوجود اس کے کہ ان دونوں کے مابین کوئی مشابہت نہیں ہے۔



سبق نمبر(12)

......نہی کا بیان......

نہی کی تعریف :

نہی کا لغوی معنی روکنا، منع کرنا ہے اور اصطلاح میں اپنے سے کم رتبہ کو کسی کام کے ترک کرنے کیلئے کہنا یا بلند مرتبہ ہونے کی بنیاد پر دوسرے کو کہنا کہ فلاں کام نہ کرو نہی کہلاتا ہے۔

☆......نہی کی اقسام......☆

نہی کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

۱۔اَفْعَالِ حِسِّیہ سے نہی   ۲۔تَصَرُّفَاتِ شَرْعِیَّہ سے نہی

۱۔افعال حسیہ :

وہ افعال جن کی معرفت کا دار و مدار حس پر موقوف ہو نہ کہ شریعت پر۔

افعال حسیہ سے نہی کی مثال :

افعال حسیہ سے نہی کی مثال زنا کاری، شراب نوشی، جھوٹ بولنا، ظلم کرنا، وغیرہ وغیرہ سے منع کرنا کیونکہ یہ ایسے افعال ہیں کہ ان سے نہی شریعت پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ عرفاً وحساً بھی ان افعال کو بُرا جانا جاتا ہے۔

افعال حسیہ سے نہی کا حکم :

جس فعل پر نہی وارد ہوئی ہے مَنْہی عنہ (جس چیز سے منع کیا گیا) اس چیز کا عین ہوتی ہے لہذا منہی عنہ ذاتی طور پر قبیح اور بالکل جائز نہ ہوگی۔

۲۔تصرّفاتِ شرعیّہ :

وہ افعال جن کی معرفت کا دارومدار شریعت پر موقوف ہو۔

تصرّفات شرعیّہ سے نہی کی مثال :

یومِ نحر میں روزہ رکھنا، اوقاتِ مکروہہ میں نماز پڑھنا، ایک درہم کی دو درہم کے بدلے بیع کرنا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ افعال ہیں کہ ان سے ممانعت شریعت مطہرہ پر موقوف ہے۔

تصرفات شرعیہ سے نہی کا حکم :

منہی عنہ اس چیز کا غیر ہوتی ہے جس پر نہی وارد ہوئی ہے لہذا مَنْہی عنہ میں ذاتی طور پر حسن پایا جاتا ہے اور غیر کی وجہ سے وہ قبیح ہوتی ہے اور اس کا مرتکب غیر کی وجہ سے حرام کا مرتکب ہوتا ہے اس کی ذات کی وجہ سے نہیں۔ جیسے عید کے دن روزہ رکھنا یہ بنفسہ ایک فعل حسن ہے لیکن چونکہ اللہ عزوجل کی ضیافت سے اعراض ہے اس لیے اس میں قبح آ گیا۔



سبق نمبر(13)

﴿......معرفتِ نصوص کے طریقے......﴾

نصوص خواہ آیات مبارکہ ہوں یا احادیث مبارکہ ان کی مراد جاننے کے مختلف طریقے ہیں۔

پہلا طریقہ :

جب کوئی لفظ کسی ایک معنی کیلئے بطور حقیقت اور دوسرے معنی کیلئے بطور مجاز استعمال ہو تو حقیقت پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

مثال :

جب کوئی لڑکی زنا سے پیدا ہوئی ہو تو اس لڑکی سے وہ زانی مرد نکاح نہیں کرسکتا کیونکہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ ﴾[النساء: ٢٣] ترجمۂ کنز الایمان: ''حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں۔'' لہذا وہ لڑکی اس مرد کی حقیقی بیٹی ہے اگرچہ یہ لڑکی مجازاً اس کی بیٹی نہیں سمجھی جاتی کیونکہ نکاح کے بغیر پیدا ہوئی ہے لیکن چونکہ وہ اس کے پانی سے پیدا ہوئی ہے لہذا حقیقۃً وہ اس کی بیٹی ہے اور یہاں حقیقت پر عمل کرنا اولی ہے۔

دوسرا طریقہ:

جب کسی لفظ کے معنی میں دو احتمال ہوں اور ان میں سے کسی ایک کی وجہ

سے نص میں تخصیص واجب ہوتی ہوتو جومعنی تخصیص کو مستلزم نہ ہووہ مراد لینا اولی ہے۔

مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشادفرمایا:﴿أَوْ لاَمَسْتُمُ النِّسَاءَ﴾ [النساء: ٤٣] ترجمۂ کنزالایمان:''یاتم نے عورتوں کوچُھوا۔'' اگرملامست کو جماع پرمحمول کریں تو جماع کی تمام صورتوں پرعمل ہوجائے گااوراگر ہاتھ لگانے پرمحمول کریں تو یہ نص کثیر صورتوں کے ساتھ خاص ہوگی کیونکہ اس میں محارم اورچھوٹے بچوں کا چھونا بھی آجائے گالہذایہاں پہلامعنی مراد لیں گے۔

تیسرا طریقہ :

جب کوئی نص قرآنی دوقراءتوں سے پڑھی جائے یا کوئی حدیث دوروایتوں سے مروی ہوتوایسے طریقے پرعمل کرنا اولی ہے جس سے دونوں صورتوں پرعمل ہوسکے۔

مثال :

اللہ عزجل نے قرآن مجید میں ارشادفرمایا:﴿وَامْسَحُوا بِرُؤسِكُمْ وَاَرْجُلَكُم اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾[المائدة: ٦] ترجمۂ کنزالایمان:''اورسروں کا مسح کرواورگٹوں تک پاؤں دھوؤ۔'' اس آیت مبارکہ میں اَرْجُلکم کونصب وجر دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے نصب کی صورت میں مغسول پرعطف ہے اور معنی یہ ہیں:اوراپنے سر کا مسح کرواوردھوؤاپنے پاؤں کو۔اورجرکی صورت میں

ممسوح پر عطف ہوگا اور معنی یہ ہونگے: اور اپنے سر کا مسح کرو اور پاؤں کا ٹخنوں تک۔ اب دونوں پر عمل کرنے کی صورت یہ ہے کہ جر والی قراءت کو موزے پہننے کی صورت اور نصب والی قراءت کو موزے نہ پہننے والی صورت پر محمول کیا جائے گا۔



رزق میں برکت کا وظیفہ

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت علامہ ومولانا الشاہ امام **احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن ملفوظات شریف میں فرماتے ہیں:

''ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''دنیا نے مجھ سے پیٹھ پھیر لی''، فرمایا: ''کیا وہ تسبیح تمہیں یاد نہیں جو تسبیح ہے ملائکہ کی اور جس کی برکت سے روزی دی جاتی ہے، خلقِ دنیا آئے گی تیرے پاس ذلیل وخوار ہوکر، طلوع فجر کے ساتھ سو بار کہا کر ''**سبحن الله وبحمده سبحن الله العظيم وبحمده استغفر الله**'' ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سات دن گزرے تھے کہ خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی: ''حضور! دنیا میرے پاس اس کثرت سے آئی، میں حیران ہوں کہاں اٹھاؤں کہاں رکھوں''۔

اس تسبیح کا آپ بھی ورد رکھیں، حتی الامکان طلوع صبح صادق کے ساتھ ہو، ورنہ صبح سے پہلے جماعت قائم ہوجائے تو اس میں شریک ہوکر بعد کو عدد پورا کیجئے اور جس دن قبل نماز بھی نہ ہوسکے تو خیر طلوع شمس سے پہلے۔''

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص۱۶۳)

سبق نمبر(14)

﴿......حروفِ معانی کا بیان......﴾

حروف معانی :

ان سے مراد وہ حروف ہیں جو کسی معنی کا فائدہ دیتے ہیں۔لیکن انکے معنی مستقل نہیں ہوتے بلکہ ربطِ معنی کے لئے آتے ہیں اور یہ اسم وفعل کے درمیان رابطہ قائم کرکے عبارت بامعنی بناتے ہیں،ان کی تعداد گیارہ ہے اور وہ یہ ہیں:

۱۔واو ۲۔فاء ۳۔ثم ۴۔بل ۵۔لکن ۶۔او

۷۔حتی ۸۔الی ۹۔علی ۱۰۔فی ۱۱۔باء

ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱)...... واؤ:

(۱)......یہ مطلقاً جمع کیلئے آتا ہے اس میں ترتیب کا کوئی لحاظ نہیں۔ مثلاً''جاء زید وعمرو''یعنی زید وعمرو دونوں آئے۔آنے میں دونوں برابر ہیں پہلے کون آیا اور بعد میں کون آیا یہ بتانا مقصود نہیں ہے۔

(۲)......کبھی یہ حال کیلئے بھی آتا ہے اور اس وقت یہ ذوالحال وحال کو جمع کرنے کا کام دیتا ہے اور اس صورت میں شرط کا معنی دیتا ہے۔مثلاً امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی غلام سے اس طرح کہے اَدِّ اِلَیَّ اَلفاً وَاَنتَ

حرٌّ یعنی ایک ہزار درہم ادا کرتو تو آزاد ہے تو آزادی کیلئے ایک ہزار درہم کی ادائیگی شرط ہے۔

(۲)……حرف فاء :

(۱)……یہ تعقیب مع الوصل کیلئے آتا ہے یعنی فاء کے بعد جو اسم یا فعل مذکور ہو وہ حکماً بھی موخر ہوتا ہے لیکن دونوں کے درمیان بغیر کسی مہلت کے اتصال ہوتا ہے اسی وجہ سے شرط کی جزاء میں حرف فاء لایا جاتا ہے کیونکہ جزاء شرط کے بعد ہوتی ہے۔مثلا کوئی شخص اپنی زوجہ سے کہے: ''اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَھٰذِہِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ ''یعنی اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی پھر اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے۔تو اسی صورت میں طلاق ہوگی جب شرط میں مذکور ترتیب کے مطابق ان گھروں میں داخل ہو یعنی جس گھر کا پہلے ذکر کیا اس میں پہلے اور جس کا بعد میں ذکر کیا گیا اس میں بعد میں داخل ہو لیکن دونوں کے داخل ہونے کے درمیان اتصال بھی ہو یہی وجہ ہے کہ اگر وہ پہلے اس گھر میں داخل ہو کہ جس کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے یا پھر دونوں گھروں میں داخل ہونے کے درمیان اتصال نہ ہو تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔

(۲)……کبھی حرف فاء بیان علت کیلئے بھی آتا ہے یعنی اس کا مابعد ماقبل کیلئے علت بنتا ہے۔مثلا مولی اپنے غلام سے کہے ''اَدِّ اِلَیَّ اَلْفاً فَانتَ حرٌّ ''یعنی تو مجھے ایک ہزار روپے ادا کر کہ تو آزاد ہے۔تو اس صورت میں غلام فوراً ہی آزاد ہو جائے گا اگرچہ اس نے کچھ بھی ادا نہ کیا ہو کیونکہ آزادی یہ ایک

وصف دائمی ہے جو ہزار کی ادائیگی پر موقوف نہیں ہے ہاں غلام پر ہزار روپے بطور دین کے ضرور باقی رہیں گے۔

(۳)......حرف ثم :

ثم تراخی کیلئے آتا ہے یعنی اس فعل میں وقفہ وفاصلہ ظاہر کرتا ہے جو معطوف ومعطوف علیہ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے۔

مثلاکوئی شخص اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہے ''اِنْ دَخَلْتِ الدَّارَ فَاَنْتِ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ ثُمَّ طَالِقٌ'' تو پہلی طلاق کا تعلق چونکہ شرط سے ہے لہذا جب شرط پائی جائیگی یعنی عورت گھر میں داخل ہوگی تو اسی وقت طلاق واقع ہو گی جبکہ دوسری اسی وقت واقع ہوجائے گی اس لئے کہ طلاق کا محل باقی ہے جبکہ تیسری لغو ہوجائے گی کیونکہ غیر مدخولہ کا حکم یہ ہے کہ وہ پہلی ہی طلاق میں بغیر عدت کے نکاح سے باہر ہوجاتی ہے۔

(٤)......حرف بل :

''بل''غلطی کے تدارک کیلئے آتا ہے یعنی متکلم سے جب کلام میں غلطی ہوجائے تو اس حرف سے اس غلطی کا ازالہ کیا جاتا ہے وہ اس طرح کہ حرف بل ذکر کر کے بعد والے کلام کو پہلے کلام کی جگہ رکھا جاتا ہے۔مثلا اگر کوئی اپنی غیر مدخولہ بیوی سے کہے''اَنْتِ طَالِقٌ وَاحِدَةً لَا بَلْ ثِنْتَیْن ''یعنی تجھے ایک طلاق ہے نہیں بلکہ دوطلاقیں ہیں،تو اس کلام میں جو لا بل ثنتین ہے یہ کلام اول سے رجوع پر دلالت کرتا ہے (قطع نظر اس کے کہ یہ رجوع درست ہے یا

نہیں)۔

(۵)......حرف لکن :

یہ حرف دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے:

(۱)......نفی کے بعد استدراک کیلئے۔یعنی پہلے والے کلام سے پیدا ہونے والے وہم کو دور کرتا ہے۔مثلا اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِن رُّسُلِهِ مَن يَشَاءُ﴾[آل عمران: ۱۷۹] ترجمۂ کنزالایمان:''اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے دے ہاں اللہ چُن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔''یہاں شروع کلام سے یہ شبہہ پیدا ہورہا تھا کہ علم غیب کی نفی انبیاء وغیر انبیاء سب سے ہے لیکن لکن کے بعد والے کلام نے اس وہم کو دور کرتے ہوئے بتادیا کہ اللہ عزوجل اپنے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے جسے چاہے علم غیب عطا فرماتا ہے۔

(۲)......استیناف یعنی نئے کلام کیلئے۔اس صورت میں پہلے کلام سے اس کا تعلق نہیں ہوتا اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب لکن کے ماقبل اور مابعد کے درمیان تضاد ہو۔مثلا اگر کسی لونڈی نے ایک سو درہم مہر کے ساتھ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر خود اپنا نکاح کرلیا اور مالک کو معلوم ہوا تو اس نے کہا''لَا أُجِيزُ الْعَقْدَ بِمِئَةِ دِرْهَمٍ لٰكِنْ أُجِيزُهُ بِمِئَةٍ وَّخَمْسِيْن ''یعنی میں اس عقد کو سو درہم کے بدلے جائز نہیں کرتا لیکن ڈیڑھ سو درہم کے بدلے جائز قرار

دیتا ہوں تو اس صورت میں حرف لـکـن عطف کیلئے نہیں ہوگا کیونکہ یہاں اس نے پہلے نکاح کو رد کردیا اور لکن کے ذریعے ایک ایسے نئے نکاح کی اجازت دی جو ڈیڑھ سو درہم مہر میں ہو لہٰذا تضاد کی وجہ سے پہلا عقد نکاح باطل ہو جائے گا۔

نوٹ :

(۱)......یاد رہے کہ لکن بغیر تشدید کے حرف عطف جبکہ تشدید کے ساتھ حرف مُشبّہ بالفعل ہے لیکن یہ دونوں استدراک میں مشترک ہیں۔

(۲)......لکن کے حرف عطف ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔(i) کلام متصل و غیر منفصل ہو (ii) محل نفی و محل اثبات الگ الگ ہوں۔ اگر ان میں سے ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو لکن عطف کی بجائے استیناف کے لئے ہوگا۔

(٦)......حرف أو :

یہ حرف دو طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

(۱)......دو مذکورہ چیزوں میں سے کسی ایک (غیر متعین) کی شمولیت کیلئے مثلاً اگر کسی شخص نے اپنے دو غلاموں کے بارے میں کسی کو وکیل بناتے ہوئے کہا بـع هـذا او هـذا تو وکیل کو اختیار ہوگا کہ ان دونوں میں سے کسی کو بھی فروخت کردے۔

(۲)......بمعنی حتـــى۔ مثلاً اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ﴾[آل عمران: ۱۲۸]

ترجمۂ کنز الایمان: ''یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں یا انہیں توبہ کی توفیق دے۔''

آیت مبارکہ کے اس جزء میں او حتی کے معنی میں ہے یعنی حتی یتوب علیھم۔

نوٹ :

حرف او نفی کی صورت میں دو مذکورہ چیزوں میں سے ہر ایک کی نفی کرتا ہے اور اثبات کی صورت میں بطور اختیار دو میں سے ایک کو شامل ہوگا۔

(۷)……حرف حتی :

یہ حرف تین طرح سے استعمال ہوتا ہے:

(۱)……حرف حتی اپنی اصل وضع کے اعتبار سے ''الی'' کی طرح غایت کیلئے آتا ہے لیکن اس کیلئے شرط یہ ہے کہ اس کا ماقبل امتداد (یعنی طویل ہونے) کی اور مابعد غایت (انتہاء) بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ مثلا امام محمد رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ مولی اگر اس طرح سے کہے ''عَبْدِیْ حُرٌّ اِنْ لَمْ اَضْرِبْکَ حَتّٰی یَشْفَعَ فُلَانٌ'' یعنی میرا غلام آزاد ہے اگر میں تجھے نہ ماروں یہاں تک کہ فلاں شخص سفارش کرے۔ یہاں مارنا (جو کہ حتی کا ماقبل ہے) ایک ایسا فعل ہے جو امتداد یعنی طویل ہو کر دیر تک جاری رہنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور سفارش (جو کہ حتی کا مابعد ہے) میں اس بات کی صلاحیت ہے کہ اس کی وجہ سے مارنے والا مار سے باز آجائے۔

(۲)……اگر یہ دونوں شرطیں یا ان میں سے کوئی ایک نہ پائی جائے اور حتی کا ماقبل سبب اور مابعد جزاء بننے کی صلاحیت رکھتا ہو تو حتی جزاء کے لئے یعنی

لام کَی کے معنی میں ہوگا۔مثلا امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب مولی کسی سے اس طرح کہے''عَبْدِیْ حُرٌّ اِنْ لَمْ اٰتِکَ حَتّٰی تُغَدِّیْنِی ''یعنی اگر میں تیرے پاس ایسا آنا نہ آؤں کہ جس کی جزا کھانا ہے تو میرا غلام آزاد ہے۔چونکہ کھانا دینا نہ آنے کی غایت نہیں بن سکتا اس لیے کہ وہ تو بار بار آنے کا سبب ہے لہذا یہاں حتی غایت کیلئے نہیں بلکہ''لام کی''کے معنی میں ہے۔

(۳)......اگر حتی کا مابعد ماقبل کی جزا بننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو تو حتی محض عاطفہ ہوگا۔مثلا امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کوئی کہے''عَبْدِیْ حُرٌّ اِنْ لَمْ اٰتِکَ حَتّٰی اَتَغَدّٰی عِنْدَکَ الْیَوْم ''یعنی اگر میں تیرے پاس نہ آؤں اور آج کے دن تیرے پاس کھانا نہ کھاؤں تو میرا غلام آزاد ہے۔اس کلام میں حتی بطور عطف استعمال ہوا ہے یہ ماقبل کی جزا نہیں بن سکتا کیونکہ اس کلام میں (کھانا کھانا اور آنا) دونوں فعلوں کی اضافت فرد واحد کی طرف ہے یہی وجہ ہے کہ اگر وہ شخص اس کے ہاں آئے اور کھانا نہ کھائے تو وہ حانث ہوجائے گا۔

(۹)......حرف إلى :

یہ بھی انتہائے غایت کے لئے استعمال ہوتا ہے پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱)......بعض اوقات امتداد حکم یعنی حکم غایت کو آگے بڑھانے کیلئے آتا ہے مثلا''اِشْتَرَیْتُ هٰذَا الْمَکَانَ اِلٰی هٰذَا الْحَائِط ''یعنی میں نے یہ مکان اس دیوار تک خریدا۔یعنی سودے کا حکم دیوار تک بڑھ گیا اور دیوار بیع میں داخل نہیں ہے۔اور بعض اوقات مابعد کو حکم سے ساقط کرنے کیلئے استعمال

ہوتا ہے۔مثلاً ''لَا اُکَلِّمُ فُلَانًا اِلٰی شَھْر ''یعنی میں فلاں سے ایک مہینے تک کلام نہیں کروں گا۔ یہاں مہینہ تو گفتگو نہ کرنے کے حکم میں داخل ہے لیکن مہینہ کا مابعد داخل نہیں۔

(۲)......''اِلٰی '' کبھی حکم کو غایت تک مؤخر کرنے کیلئے آتا ہے۔مثلاً جب کوئی شخص اپنی زوجہ سے اس طرح کہے ''اَنْتِ طَالِقٌ اِلٰی شَھْر ''یعنی تو ایک مہینے کے بعد سے طلاق والی ہے اس کلام کے وقت اگر شوہر کی کوئی نیت نہ ہو تو عورت کو ایک مہینہ گزرتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۱۰)......حرف علی :

یہ کئی طرح سے استعمال ہوتا ہے:

(۱)......کسی بات کو لازم کرنے کیلئے۔مثلاً ''لِفُلَانٍ عَلَیَّ اَلْف ''یعنی فلاں کے مجھ پر ایک ہزار ہیں۔اس مثال میں ''عَلٰی ''بطورِ الزام استعمال ہوا ہے۔

(۲)......حرف علی کبھی مجازاً باء کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔مثلاً اگر کوئی شخص کہے ''بِعْتُکَ ھٰذَا عَلَی اَلْف ''یعنی میں نے یہ چیز تمہیں ایک ہزار کے عوض بیچی۔اس مثال میں علی باء کے معنی میں ہے کیونکہ اس میں معاوضے کا معنی پایا جا رہا ہے۔

(۳)......بعض اوقات حرف علی شرط کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿یُبَایِعْنَکَ عَلٰی اَنْ لَّا

یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ شَیْئًا ﴾[الممتحنۃ: ۱۲] ترجمۂ کنزالایمان: ''اس پر بیعت کرنے کو کہ اللہ کا کچھ شریک نہ ٹھرائیں گی۔'' آیت مبارکہ کے اس جز میں حرف ''علیٰ'' شرط کے معنی میں استعمال ہورہا ہے۔

(۱۱)......حرف فی :

یہ حرف دوطرح سے استعمال ہوتا ہے:

(۱)......ظرفیت کیلئے۔ مثلا جب کوئی شخص کہے ''غَصَبْتُ ثَوْباً فِی مِنْدِیْل '' یعنی میں نے کپڑے کورومال میں غصب کیا اس مثال میں رومال کپڑے کیلئے ظرف ہے۔ پھر یہ کلمہ زمان ومکان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن کبھی یہ عبارت میں مذکور ہوتا ہے اور کبھی محذوف۔

زمان کی مثال :

جب کوئی شخص اپنی زوجہ سے کہے ''اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ غَد '' یعنی آنے والی کل میں تجھے طلاق ہے۔ یا ''اَنْتِ طَالِقٌ غَداً'' یعنی تجھے آنے والی کل طلاق ہے تو ان دونوں صورتوں میں ''غد'' ظرف زمان ہے۔

مکان کی مثال :

جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے '' اَنْتِ طَالِقٌ فِیْ الدَّارِ وَفِیْ مَکَّۃ '' یعنی تجھے گھر میں اور مکے میں طلاق ہے۔ تو اس صورت میں عورت کو ہر جگہ طلاق واقع ہوجائے گی۔ اور یہاں فی ظرف مکان کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(۲)......بعض اوقات فی مصدر پر بھی داخل ہوتا ہے اور اس وقت شرط کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔مثلا امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے''اَنْتِ طَالِقٌ فِی دُخُولِکِ الدَّار ''یعنی تجھے طلاق ہے بشرط یہ کہ تو گھر میں داخل ہو۔

(۱۲)......حرف باء :

حرف باء لغوی وضع کے اعتبار سے الصاق واتصال کیلئے آتا ہے بقیہ معانی مجازی ہیں۔مثلاکوئی شخص اپنے غلام سے کہے''اِنْ اَخْبَرْتَنِیْ بِقُدُوْمِ فُلَانٍ فَاَنْتَ حُرٌّ ''یعنی اگر تو مجھے فلاں کے آنے کی خبر دے تو تو آزاد ہے۔تو اس سے سچی خبر مراد ہے کیونکہ خبر اور قدوم کا اتصال ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ غلام نے اگر جھوٹی خبر دی تو وہ آزاد نہیں ہوگا۔



......ہزار ہا نفلی عبادات سے افضل عمل......

امیر اہلسنت، شیخ طریقت بانئ دعوت اسلامی حضرت علامہ ومولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار قادری** رضوی ضیائی مدظلہ العالی ارشاد فرماتے ہیں:''میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!ان لوگوں کی کتنی بڑی بدنصیبی ومحرومی ہے کہ نفلی عبادتیں وریاضتیں کریں،فرائض کے علاوہ نفلی نمازیں پڑھیں،نفلی روزے رکھیں مگر گانوں باجوں،فلموں ڈراموں،غیر عورتوں کو تاکنے جھانکنے اور امردوں پر بری نظر ڈالنے جیسے بے حیائی کے کاموں سے باز نہ آئیں۔یاد رکھیں ہزاروں سال کی نفلی نمازوں،نفلی روزوں،کروڑوں اربوں روپیوں کی نفلی خیراتوں،بہت سارے نفلی حج اور عمرے کی سعادتوں کے بجائے صرف ایک گناہ صغیرہ سے اپنے آپ کو بچالینا افضل ہے،کیونکہ کروڑوں نفلی کاموں کے ترک پر قیامت میں کوئی پوچھ گچھ نہیں،جبکہ گناہ صغیرہ سے بچنا بھی واجب اور اس کے ارتکاب پر بروز قیامت مواخذہ اور سزا کا استحقاق ہے۔'' **(باحیا نوجوان،ص۲۴،مکتبۃ المدینہ)**

سبق نمبر(15)

﴿......طرقِ بیان......﴾

یہاں بیان سے مراد کسی معنی کو ظاہر وواضح کرنا ہے۔ بیان کے مندرجہ ذیل سات طریقے ہیں۔

١۔بیانِ تقریر ٢۔بیانِ تفسیر ٣۔بیانِ تغییر ٤۔بیانِ ضرورت

٥۔بیانِ حال ٦۔بیانِ عطف ٧۔بیانِ تبدیل

نوٹ :

یاد رہے کہ بیان کبھی قول کے ذریعے ہوتا ہے اور کبھی فعل کے ذریعے۔

(١)......بیان تقریر :

اگر کسی لفظ کا معنی تو ظاہر ہو لیکن اس میں دوسرے معانی کا بھی احتمال ہو تو اس وقت یہ بیان کر دینا کہ ظاہری معنی ہی مراد ہے بیانِ تقریر کہلاتا ہے۔

مثال :

اگر کسی شخص نے کہا ''لِفُلَانٍ عِنْدِیْ اَلْفٌ'' یعنی فلاں کے میرے پاس ہزار روپے ہیں تو اس میں امانت اور غیر امانت دونوں کا احتمال تھا لیکن جب اس نے یہ کہا ''لِفُلَانٍ عِنْدِیْ اَلْفٌ وَدِیْعَةً'' یعنی فلاں کے میرے پاس ہزار روپے بطورِ امانت ہیں۔ تو اب امانت کا مفہوم جو ظاہر کا تقاضا بھی ہے پختہ

ہوگیا اور یہی بیان تقریر ہے۔

(۲)……بیان تفسیر :

جب لفظ کی مراد واضح نہ ہو لیکن متکلم اپنے بیان سے اس کی وضاحت کردے تو اسے بیان تفسیر کہتے ہیں۔

مثال :

کوئی شخص کہے'' لِفُلَانٍ عَلَيَّ شَيْءٌ ''یعنی فلاں کا مجھ پر کچھ ہے۔ یہ ایسا کلام ہے جس کی مراد واضح نہیں ہے لیکن جب متکلم نے الثوب سے وضاحت کردی یعنی'' لِفُلَانٍ عَلَيَّ شَيْءٌ اَیْ ثَوْب ''تو اس سے مراد واضح ہوگئی۔ اور یہی بیان تفسیر ہے۔

بیان تقریر وتفسیر کا حکم :

بیانِ تقریر اور بیانِ تفسیر دونوں پہلے کلام سے ملا کر ہو یا الگ وقفہ کر کے دونوں طرح درست ہے۔

(۳)……بیان تغییر :

متکلم اپنے کلام کو اپنے ہی بیان سے بدل دے تو اسے بیان تغییر کہتے ہیں۔یعنی کلام میں شرط یا استثناء وغیرہ کر دے کہ جس سے تبدیلی واقع ہو جائے۔

مثال :

جب کوئی شخص کہے'' لِفُلَانٍ عَلَيَّ اَلْفٌ ''یعنی فلاں کے مجھ پر ہزار روپے

ہیں تو اس کلام میں علی وجوب پر دلالت کرتا ہے جس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ متکلم ہزار روپے کا مقروض ہے لیکن جب متکلم نے آگے ودیعۃً کہا تو اس لفظ نے کلام کے معنی کو تبدیل کر دیا چنانچہ اب اس کا معنی یہ ہوا کہ فلاں کے جو میرے پاس بطور امانت ہزار روپے ہیں ان کی حفاظت مجھ پر لازمی ہے۔ اسی طرح یہ مثالیں اَنْتَ حُرٌّ اِنْ دَخَلْتَ الدَّار اور کُلُّ مِنْ عِبَادِیْ حُرٌّ اِلَّا زَیْداً.

حکم :

بیان تغییر صرف اسی وقت صحیح ہوگا جبکہ کلام سے متصل ہو انفصال کی صورت میں صحیح نہ ہوگا۔

(٤)......بیان ضرورت :

وہ بیان جو بغیر کسی کلام کے ضرورتاً ثابت ہو یعنی اس کیلئے الفاظ استعمال نہ کئے جائیں پھر بھی سمجھ میں آجائے۔

مثال :

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ [النساء: ١١] ترجمۂ کنزالایمان: ''اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی۔'' آیتِ مبارکہ کے اس جز میں اللہ عزوجل نے ماں کیلئے تہائی حصہ مقرر فرمایا ہے اور باپ کا حصہ الفاظ میں اگرچہ ذکر نہیں کیا گیا لیکن اسی آیت سے ضرورتاً باپ کا دو تہائی حصہ بھی ثابت ہو گیا کیونکہ جب ماں کا حصہ ایک تہائی ہے تو لازماً باپ کا دو تہائی ہی ہوگا۔

(۵)……بیان حال :

جس جگہ بیان کرنے کی ضرورت ہو وہاں سکوت اختیار کرنا بیان حال کہلاتا ہے۔

مثال :

جب شفیع کواس بات کاعلم ہوا کہ اس کے پڑوس میں گھر کی بیع ہورہی ہےاور اس نےسکوت اختیارکیاتو اس کاایسا کرنااس بات کابیان ہے کہ اس بیع سے یہ راضی ہے ورنہ ضرور کچھ ردعمل کرتا۔اسی طرح باکرہ بالغہ کی اجازت کے بغیر جب اس کے ولی نے اس کا نکاح کردیا پھراسے معلوم ہوا تو اس نے سکوت اختیارکیاتو اس کاایسا کرنااس بات کابیان ہے کہ وہ اس رشتے سے راضی ہے۔

ضابطہ :

''اِنَّ السُّکُوۡتَ فِیۡ مُوۡضِعِ الۡحَاجَۃِ اِلٰی الۡبَیَانِ بِمَنۡزِلَۃِ الۡبَیَان''

یعنی جہاں بیان کرنے کی حاجت ہووہاں سکوت اختیارکرنا بیان ہی کے مرتبہ میں ہے۔

(٦)……بیان عطف :

اگرکسی مجمل جملے پرمکیلی یاموزونی چیز کاعطف کریں تو یہ عطف اس مجمل جملے کابیان ہوگااوراسےہی بیان عطف کہتے ہیں۔

مثال :

جب کوئی شخص کہے''لِفُلَانٍ عَلَیَّ مِئَۃٌ وَثَلاثَۃُ دَرَاھِمَ''یعنی فلاں کے

مجھ پر سو اور تین درہم ہیں۔تو اس مثال میں معطوف علیہ سو ہے لیکن پتہ نہیں ہے کہ سو کیا ہیں البتہ معطوف میں تین دراہم کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معطوف علیہ میں بھی سو درہم ہی مراد ہیں۔لہذا یہ ایسا بیان ہے جو عطف کے ذریعے واقع ہوا۔

(۷)......بیان تبدیل :

سابقہ حکم کو ختم یا منسوخ کرنا بیانِ تبدیل کہلاتا ہے۔اسی لیے بیان تبدیل کا دوسرا نام بیان نسخ ہے اور نسخ (یعنی کسی حکمِ شرعی کی حد وانتہاء بیان کرنے) کا حق صرف شارع کو ہے غیر کو نہیں یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اقرار کرلے یا طلاق دے دے یا غلام ولونڈی کو آزاد کردے تو اب اس سے رجوع نہیں کرسکتا کیونکہ یہ نسخ ہے اور غیر شارع کو نسخ کا اختیار حاصل نہیں۔



......سونے کے مدنی پھول......

از:امیر اہلسنت شیخ طریقت حضرت علامہ ومولانا **محمد الیاس عطار** قادری رضوی ضیائی مدظلہ العالی

☆......سونے سے پہلے بستر کو اچھی طرح جھاڑ لیجئے تا کہ کوئی موذی کیڑا وغیرہ ہو تو نکل جائے۔

☆......سونے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیجئے: ''اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیٰی''۔

☆......عصر کے بعد نہ سوئیں عقل زائل ہونے کا خوف ہے۔فرمان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جو شخص عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل جاتی رہے تو وہ اپنے ہی کو ملامت کرے۔''

(۱۰۱ مدنی پھول،ص۲۹،مکتبۃ المدینہ)

سبق نمبر(16)

﴾......بحث ثانی: سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم......﴿

سنّت کی تعریف :

سنت کا لغوی معنی طریقہ وعادت ہے اور اصطلاح میں اس سے مراد ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فعل اور تقریر ہے اسے حدیث بھی کہتے ہیں۔

نوٹ :

سنت وخبر دونوں مترادف ہیں۔

سنت کا حکم :

علم وعمل کے لزوم کے اعتبار سے سنت رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم قرآن پاک کی طرح ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿مَّنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾[النساء: ۸۰] ترجمۂ کنزالایمان: ''جس نے رسول کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔'' لیکن چونکہ ہر حدیث کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت قطعی نہیں بلکہ بعض جگہ شُبہ پایا جاتا ہے اس وجہ سے حدیث کی مختلف قسمیں ہیں اور ان سب کا الگ الگ حکم ہے۔

☆......ثبوت کے اعتبار سے حدیث کی اقسام......☆

ثبوت کے اعتبار سے حدیث کی مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں:

۱۔حدیثِ متواتر ۲۔حدیثِ مشہور ۳۔خبرِ واحد

حدیث متواتر :

"وہ حدیث جسے ایک جماعت نے دوسری جماعت سے اس طرح نقل کیا ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا متصور نہ ہو اور یہ حدیث اسی طریقے سے چلتی ہوئی ہم تک پہنچی ہو۔

مثال :

قرآن پاک کا ہم تک منتقل ہونا، زکوۃ کی مقدار، نماز کی رکعات کی تعداد وغیرہ وغیرہ۔

حکم :

حدیث متواتر سے علم قطعی ویقینی حاصل ہوتا ہے اور اس کا انکار کفر ہے نیز اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

حدیث مشہور :

وہ حدیث جو عصر صحابہ علیہم الرضوان میں خبر واحد کی طرح ہو پھر دوسرے اور تیسرے عصر (دور) میں مشہور ہو جائے اور امت مسلمہ اس کو قبول کرلے یہاں تک کہ متواتر کی طرح ہم تک پہنچے۔

مثال :

حدیث رجم اور موزوں پر مسح کرنے والی حدیث۔

حکم :

حدیث مشہور سے مطمئن کرنے والا علم حاصل ہوتا ہے، اس پر بھی عمل کرنا

لازم اور اس کا رد بدعت ہے ۔

خبر واحد :

وہ حدیث جسے ایک راوی نے ایک راوی سے یا ایک راوی نے ایک جماعت سے یا ایک جماعت نے ایک راوی سے روایت کیا ہو۔

مثال :

حدیث:''اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ''۔

حکم :

خبر واحد علم یقین واطمئنان کا فائدہ نہیں دیتی اگرچہ احکامِ شرعیّہ میں عمل کو واجب کرتی ہے بشرطیکہ اس کا راوی مسلمان عادل اور حفظ وعقل میں صحیح ہو اور اس کی سند بھی ہم تک متصل ہو۔

خبر واحد پر عمل کی شرائط :

رُواۃ کے احوال مختلف ہونے کی وجہ سے خبر واحد پر عمل کی مندرجہ ذیل تین شرائط ہیں:

۱ ......(خبر واحد) قرآن پاک کے خلاف نہ ہو۔

۲ ......حدیث مشہور کے خلاف نہ ہو۔

۳ ......ظاہر کے خلاف نہ ہو۔

ان شرائط کا مقصود :

سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جسکا مفہوم کچھ یوں ہے:

میرے بعدتم پر احادیث کی کثرت ہو جائے گی لہذا جب تمہیں میرے حوالے سے کوئی حدیث پہنچے تو تم اس کو کتاب اللہ پر پیش کرو اگر وہ حدیث کتاب اللہ کے موافق ہو تو قبول کرلو اور اگر مخالف ہو تو رد کر دو۔'' اس قبول ورد کی تحقیق وہی ہے جسے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ رواۃ تین قسم کے تھے:

پہلی قسم :

وہ مومن ومخلص حضرات جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی صحبت بابرکت حاصل کی اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے کلام کے معنی ومفہوم کو سمجھا اور اسے من وعن لوگوں تک پہنچادیا۔

دوسری قسم :

وہ اعرابی (دیہاتی) حضرات جو کہ کسی قبیلے سے آئے اور سرکار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعض کلام کو سن پائے اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے کلام کے حقیقی معنی ومفہوم کو نہیں سمجھ سکے چنانچہ جب قبیلے کی طرف واپس لوٹے تو وہاں حدیث کا صحیح مفہوم بیان کرنے سے قاصر رہے اور یہ گمان کیا کہ ہم حدیث بیان کررہے ہیں۔

تیسری قسم :

وہ منافق لوگ کہ جن کا نفاق ظاہر نہ تھا انہوں نے آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے سنے بغیر من گھڑت احادیث روایت کیں اور جب لوگوں نے ان سے

اس قسم کی احادیث سنیں تو انھیں مؤمن گمان کرتے ہوئے آگے بیان کردیں اس طرح لوگوں میں یہ من گھڑت احادیث بطور فرامین رسول مشہور ہوگئیں۔ انہی مفاسد کی وجہ سے خبر واحد کو کتاب اللہ اور حدیث مشہور پر پیش کیا جانا لازمی قرار پایا۔

خبر واحد کو کتاب اللہ پر پیش کرنے کی مثال:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ایک حدیث یوں روایت کی گئی ''مَنْ مَسَّ ذَکَرَهٗ فَلْیَتَوَضَّأْ ''یعنی جس نے اپنے ذَکر کو چھوا تو اسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔ یہ خبر واحد ہے اور اسکا مفاد یہ ہے کہ ذَکر کو چھونے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے اب اس بات کی صحت کو جانچنے کے لئے ہم اسے کتاب اللہ یا خبر مشہور پر پیش کریں گے اور دیکھیں گے کہ یہ ان میں سے کسی کے مخالف تو نہیں تا کہ مخالفت کی صورت میں اسے رد اور موافقت کی صورت میں بچشم وسر قبول کرلیا جائے چنانچہ جب ہم نے اسے کتاب اللہ پر پیش کیا تو اسکے مخالف پایا کیونکہ اللہ تبارک وتعالی نے اہل قباء کی تعریف میں ارشاد فرمایا ﴿فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ أَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ﴾[التوبة: ۱۰۸] ترجمۂ کنز الایمان: ''اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں۔'' چونکہ یہ حضرات پتھروں سے استنجاء کرنے کے بعد پانی سے دھوتے تھے پس اگر مس ذکر حدث ہوتا (جیسا کہ خبر واحد میں مذکور ہے) تو یہ طہارت کی بجائے تنجیس ہوتا حالانکہ آیت سے اسکا خلاف مستفاد ہوتا ہے۔ لہذا خبر واحد کو کتاب اللہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے ترک کردیا

جائے گا اور کتاب اللہ پر عمل کیا جائے گا۔

خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کرنے کی مثال:

حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ایک حدیث یوں روایت کی گئی: ''اَلْقَضَاءُ بِشَاهِدٍ وَيَمِيْن ''یعنی مدعی کو اگر اپنے حق میں دو گواہ نہ ملیں تو وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں ایک گواہ پیش کرسکتا ہے اور دوسرے گواہ کے بدلے قسم کھالے تو قاضی کے یہاں یہ گواہی معتبر ہوگی۔لیکن جب ہم نے اس خبر واحد کو خبر مشہور پر پیش کیا تو اسے خبر مشہور کے مخالف پایا کیونکہ خبر مشہور میں ہے ''اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِیْ وَالْيَمِيْنُ عَلٰى مَنْ اَنْكَر ''یعنی گواہی مدعی پر اور قسم منکر پر ہے۔ جبکہ مذکورہ خبر واحد میں گواہی وقسم دونوں کے مدعی پر ہونے کا ذکر ہے لہذا خبر واحد کو خبر مشہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے ترک کردیا جائے گا اور خبر مشہور پر عمل کیا جائے گا۔

خبر واحد کے ظاہر کے مخالف ہونے کی صورت:

خبر واحد کے ظاہر کے مخالف ہونے کی ایک صورت یہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین عُظام کے زمانہ مبارکہ میں وہ معاملات جن میں عموم بلوی تھا ان میں خبر واحد کی عدم شہرت (اور صحابہ وتابعین کا اس کے خلاف عمل) اس بات کی علامت ہے کہ یہ حدیث ظاہر کے خلاف ہے کیونکہ صحابہ کرام اور تابعین عظام پر اس بات کی تہمت نہیں لگائی جاسکتی کہ معاذ اللہ انہوں نے سنت کی پیروی میں تقصیر سے کام لیا اس لئے کہ اس زمانہ میں خبر واحد کی عدم شہرت کہ جس زمانے میں سنت کی

شدید حاجت اور عموم بلوی تھا اس حدیث کے عدم صحت کی علامت ہے۔

☆......علم واجتہاد کے اعتبار سے راوی کی اقسام......☆

اس اعتبار سے راوی کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

قسم اول:

وہ رُواۃ جو علم واجتہاد میں معروف ہوں۔ جیسے خلفاء راشدین، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت ومعاذ بن جبل وغیرہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

اس کا حکم:

جب ان حضرات کی روایت صحیح ثابت ہو جائے تو قیاس کے مقابلے میں اس پر عمل کرنا اولی ہے۔

قسم ثانی:

وہ رواۃ جو حفظ وعدالت میں معروف ہوں لیکن اجتہاد وفتوی میں معروف نہ ہوں۔ جیسے حضرت ابو ہریرہ، انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہما۔

اس کا حکم:

جب اس قسم کے راویوں سے روایت کی صحت ثابت ہو جائے تو پھر دیکھیں گے کہ وہ روایت قیاس کے موافق ہے یا مخالف، اگر موافق ہو تو اس پر عمل کرنا لازم ہے اور اگر مخالف ہو تو قیاس پر عمل کرنا اولی ہے۔



سبق نمبر(17)

......خبرِ واحد کی حجیت کا بیان......

چار مقامات میں خبر واحد حجت ودلیل ہے:

پہلا مقام :

خالص اللہ تعالی کا حق جس کا تعلق عقوبت (حدود وغیرہ) سے نہ ہو۔جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے چاند کے بارے میں ایک اعرابی کی گواہی (خبر واحد) کو قبول فرمایا۔یاد رہے کہ چاند سے روزہ ثابت ہوتا ہے جو کہ خالص حق اللہ ہے۔

دوسرا مقام :

خالص بندے کا حق جس میں کسی دوسرے پر کوئی چیز لازم آتی ہو جیسے مال کا جھگڑا۔لیکن اس مقام پر خبرِ واحد کے حجت بننے کے لئے عدد یا عدالت شرط ہے۔عدد سے مراد کم از کم دو افراد ہیں۔

تیسرا مقام :

خالص بندے کا حق جس میں کسی پر کچھ لازم نہ آئے جیسے قبول ھدیہ ودیگر معاملات۔ان امور میں بھی خبر واحد مقبول ہے خواہ خبر دینے والا عادل ہو یا فاسق۔

چوتھا مقام :

خالص بندے کا حق جس میں کسی پر کچھ نہ کچھ لازم آئے جیسے کسی کو معزول کرنا یا کسی پر پابندی لگانا۔



سبق نمبر(18)

﴿......بحثِ ثالث: اِجماع......﴾

اجماع کی تعریف :

اجماع کا لغوی معنی عزم اور ارادہ کرنا ہے جیسے: ''اَجْمَعَ عَلَی قِرَاءَ ةِ الْقُرْاٰنِ اَیْ عَزِمَ عَلَیْهِ ''یعنی اس نے قرآن پڑھنے کا پختہ ارادہ کیا اسی طرح نبی ءاکرم سرورِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے: لَا صِیَا مَ لِمَنْ لَمْ یَجْمَعِ الصِّیَامَ یعنی اسکا روزہ نہیں جس نے رات سے پختہ ارادہ نہ کیا ہو۔ اجماع کا ایک معنی اتفاق کرنا ہے جیسے کہا جاتا ہے ''اَجْمَعَ الْقَوْمُ عَلَی کَذَا اَیْ اِتفقُوْا عَلَیْه '' قوم نے اس پر اتفاق کرلیا۔

اصطلاحی تعریف :

''فَهُوَ اِتِّفَاقُ عُلَمَاءِ كُلِّ عَصْرٍ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ ذَوِی الْعَدَالَةِ وَالْاِجْتِهَادِ عَلَی حُکْم ''یعنی ہر زمانے کے عادل و مجتہد علماء اہل سنت کا کسی حکم پر متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔

☆......اجماع کی اقسام......☆

بنیادی طور پر اجماع کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

۱۔اجماع سندی ۲۔اجماع مذہبی۔

اجماع سندی کی تعریف:

نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی امت میں سے ہر زمانے کے علماء کا کسی حکم پر متفق ہو جانا اجماع سندی کہلاتا ہے۔

☆......اجماع سندی کی اقسام......☆

اس کی مندرجہ ذیل چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا کسی نئے حکم پر واضح الفاظ کے ساتھ اجماع کرنا۔

اس کا حکم:

اعتقاد و عمل کے اعتبار سے یہ اجماع نص قرآنی کی طرح ہے۔

دوسری قسم:

کسی نئے حکم پر بعض صحابہ کرام کی طرف سے صراحت اور باقی کا اس سے سکوت اختیار کرنا۔

اس کا حکم:

ایسا اجماع قطعیت میں حدیث متواتر کی طرح ہے۔

تیسری قسم:

جس حکم کے بارے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کا قول نہ پایا جاتا ہو اس پر تابعین عظام کا اجماع کرنا۔

اس کا حکم :

ایسا اجماع حدیث مشہور کی طرح ہے اس سے علم طمانیت حاصل ہوتا ہے علم یقین نہیں۔

چوتھی قسم :

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال میں سے کسی ایک قول پر تابعین کا اجماع کرنا۔

اس کا حکم :

ایسا اجماع خبر واحد کی طرح ہے جس سے عمل واجب ہوتا ہے علم واجب نہیں ہوتا۔

نوٹ :

فقہ میں محدثین ومجتہدین کا اجماع معتبر ہے اس میں عوام، متکلم اور ایسا مُحَدِّث کہ جسے اصولِ فقہ میں کوئی بصیرت حاصل نہ ہو تو ان کا قول معتبر نہیں۔

اجماع مذھبی کی تعریف :

''وَھُوَ اِجْمَاعُ بَعْضِ الْمُجْتَھِدِیْنَ عَلَی حُکْم ''یعنی کسی حکم پر بعض مجتہدین کا متفق ہوجانا اجماعِ مذہبی کہلاتا ہے۔

☆......اجماع مذہبی کی اقسام......☆

اس کی مندرجہ ذیل دوقسمیں ہیں:

۱۔اجماع مرکب　　　۲۔اجماع غیر مرکب

اجماع مرکب کی تعریف :

''جب کسی جدید مسئلہ کے حکم پر مجتہدین متفق ہو جائیں لیکن اس حکم کی علت میں اختلاف ہو۔

اجماع مرکب کی مثال :

جب کسی شخص کو منہ بھر قے آئی اور اس نے عورت کو بھی ہاتھ لگالیا تو اس صورت میں احناف وشوافع کے نزدیک حکم ایک ہی ہے کہ اس کا وضوٹوٹ جائے گا لیکن دونوں کے حکم کی علت مختلف ہے احناف کے نزدیک اس کا وضو ٹوٹنے کی علت منہ بھر قے کا آنا ہے جب کہ شوافع کے نزدیک اس شخص کا وضو ٹوٹنے کی علت عورت کو ہاتھ لگانا ہے۔

اجماع غیر مرکب کی تعریف :

جب کسی جدید مسئلہ کے حکم پر مجتہدین کا اتفاق ہو جائے اور اس حکم کی علت میں بھی متفق ہوں تو اسے اجماع غیر مرکب کہتے ہیں۔

اجماع غیر مرکب کی مثال :

دادی اور نانی سے نکاح کرنا حرام ہے کیونکہ اس کی علت یہ ہے کہ ان کی تعظیم واجب ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ مجتہدین اس حکم پر بھی متفق ہیں اور اس کی علت میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔



سبق نمبر(19)

......عدم القائل بالفصل کا بیان......

عدم القائل بالفصل :

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دو اختلافی مسئلوں میں سے ایک ثابت ہو جائے تو دوسرا بھی لازماً ثابت ہو، کیونکہ دونوں میں فرق کرنے کا کوئی قائل نہیں یعنی یا تو مخالف کے نزدیک یہ دونوں مسئلے ثابت ہوں گے یا دونوں ثابت نہیں ہوں گے۔

☆......عدم القائل بالفصل کی اقسام......☆

عدم القائل بالفصل کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم :

دو مسئلوں میں اختلاف کی بنیاد ایک ہی ہو۔ مثلا یوم نحر کے روزے کی نذر ماننا درست ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بیع فاسد قبضے کے وقت ملکیت کا فائدہ دیتی ہے ان دونوں مسئلوں میں اختلاف کی بنیاد ایک ہی ہے وہ اس طرح کہ یوم نحر کے روزے سے منع کیا گیا ہے اسی طرح بیع فاسد سے بھی منع کیا گیا ہے لیکن اگر کوئی نذر مانے تو اس کی نذر ماننا صحیح ہے اسی طرح اگر کوئی بیع فاسد

کرے تو بیع ہو جائے گی اگرچہ ان دونوں سے منع کیا گیا ہے۔

دوسری قسم :

وہ دو مسئلے کہ جن میں اختلاف کی بنیاد مختلف ہو۔مثلاً قے ناقض وضو ہے اور دوسرا مسئلہ ہے کہ بیع فاسد ملکیت کا فائدہ دیتی ہے۔ان دونوں مسئلوں میں اختلاف کی بنیاد مختلف ہے۔



❁......دست غیب کا سب سے اعلی عمل......❁

از اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت علامہ ومولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن

دست غیب کا سب سے اعلی عمل، قطعی عمل، یقینی عمل جس میں تخلف ممکن نہیں اور سب اعمال سے سہل وآسان تر خود قرآن عظیم میں موجود ہے، لوگ اسے چھوڑ کر دشوار دشوار ظنیات بلکہ وہمیات کے پیچھے پڑتے ہیں اور اس سہل وآسان یقینی وقطعی کی طرف توجہ نہیں کرتے:"قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: وَمَن یَتَّقِ اللَّهَ یَجۡعَل لَّهُ مَخۡرَجاً، وَیَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ "اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: جو اللہ سے ڈرے تقوی وپرہیزگاری کرے اللہ عزوجل ہر مشکل سے اس کیلئے نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی دے گا، جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔

❁......حب کا سهل ویقینی عمل......❁

اسی طرح لوگ عمل حب کے پیچھے خستہ وخوار پھرتے ہیں اور نہیں ملتا، اور حب کا سہل ویقینی وقطعی عمل قرآن عظیم میں مذکور ہے اس کی غرض نہیں کرتے:"قال الله تعالی ان الذین امنوا وعملوا الصلحات سیجعل لهم الرحمن ودا "اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے قریب ہے کہ رحمٰن ان کیلئے محبت کردے گا (دلوں میں ان کی حب ڈال دے گا)۔نسال الله حسن التوفیق (ہم اللہ تعالی سے حسن توفیق مانگتے ہیں، والله سبحانه وتعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ، جلد۲۱، ص۲۱۹)

سبق نمبر(20)

......بحثِ رابع: قیاس......

قیاس کی تعریف :

قیاس کا لغوی معنی اندازہ لگانا ہے۔ اور اصطلاح شرع میں ''کسی منصوص علیہ مسئلہ میں پائی جانے والی علت کے ذریعے غیر منصوص علیہ مسئلہ کا حکم معلوم کرنا جبکہ وہ علت دونوں میں مشترک ہو'' قیاس کہلاتا ہے۔

قیاس کی مثال :

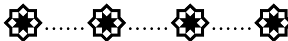
نص سے یہ بات ثابت ہے کہ غلاموں کو گھروں میں آنے کیلئے اجازت کی ضرورت نہیں کیونکہ انکی آمدورفت کثرت سے ہوتی ہے لہذا بار بار اجازت لینے میں حرج کے سبب ان سے حکم استئذان اٹھالیا گیا تو اس پر قیاس کرتے ہوئے بلی کے جھوٹے سے ناپاکی کے حکم کو اٹھالیا گیا کیونکہ اس کا بھی گھروں میں کثرت سے آنا جانا ہے اور نجاست کا حکم باقی رکھنے میں حرج ہے۔

قیاس کا حکم :

قیاس دلائلِ شرعیہ میں سے ایک دلیل شرعی ہے اور اس پر عمل واجب ہے جب تک کہ کسی مسئلے میں اس سے اوپر کی کوئی دلیل نہ پائی جائے۔

قیاس کی حجیت :

اسلام قیامت تک باقی رہنے والا دین ہے اسی لئے یہ قیامت تک پیدا ہونے والے مسائل کا حل پیش کرنے کی وسعت رکھتا ہے لہذا ایسے مسائل کہ جن کے بارے میں قرآن وسنت سے واضح حکم معلوم نہ ہوسکے انہیں قیاس کے ذریعے حل کیا جاتا ہے اگر قیاس کی اجازت نہ ہوتو بہت سے مسائل بالخصوص جدید مسائل کا شرعی حل ناممکن ہوکر رہ جاتا ہے۔متعدد احادیث میں بھی قیاس سے احکامِ شرعیہ حل کرنے اور قیاس کرنے کی اجازت کا ذکر ہے ، چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ کی مشہور ومعروف حدیث میں ہے کہ جب سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے انہیں یمن بھیجنے کا ارادہ کیا تو ان سے دریافت فرمایا کہ :تم کس چیز کی مدد سے فیصلہ کروگے؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی : کتاب اللہ سے۔فرمایا کہ اگر تم وہاں نہ پاؤ تو؟ عرض کی : سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم سے،فرمایا: اگر وہاں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کی :اَجتھدُ برأیي یعنی پھر میں اپنی رائے وقیاس سے کام لوں گا ،اس پر سرکار صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم نے فرمایا:''الحمد لله الذی وفق رسول رسوله لما یرضی به رسوله یعنی تمام تعریفیں اللہ تعالی کے لئے ہیں کہ جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق بخشی کہ جس سے اس کا رسول راضی ہوتا ہے۔



سبق نمبر (21)

......صحتِ قیاس کی شرائط کا بیان......

صحتِ قیاس کیلئے مندرجہ ذیل پانچ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

پہلی شرط :

قیاس نص کے مقابلے میں نہ ہو، یعنی نص کے ہوتے ہوئے قیاس کی اجازت نہیں۔ مثلا حضرت حسن بن زیاد رحمہ اللہ سے کسی نے نماز میں قہقہہ لگانے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: ''نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے'' یہ سن کر سائل نے کہا: ''اگر کوئی شخص نماز میں پاک دامن عورت پر تہمت لگائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا حالانکہ یہ انتہائی بڑا گناہ ہے تو نماز میں قہقہہ لگانا جو کہ اس سے ہلکا ہے اس سے وضو کیسے ٹوٹ سکتا ہے؟'' لیکن سائل کا یہ قیاس نص (حدیث) کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہے۔ حدیث یہ ہے: ''اَلَا مَنْ ضَحِکَ مِنْکُمْ قَهْقَهَةً فَلْيُعِدِ الْوُضُوْءَ وَالصَّلَاةَ جَمِيْعاً یعنی خبردار تم میں سے جو بھی نماز میں قہقہہ مار کر ہنسا تو وضوء ونماز دونوں کا اعادہ کرلے۔''

دوسری شرط :

قیاس سے نص کا کوئی حکم نہ بدلے۔ مثلا امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ وضو کو

تیمّم پر قیاس کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جس طرح تیمّم میں نیت شرط ہے بالکل اسی طرح وضو میں بھی نیت شرط ہے لیکن ان کا یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ اس سے قرآن پاک کی آیت جو کہ وضو کے بارے میں ہے اور مطلق ہے اسے مقید کرنا لازم آرہا ہے اس وجہ سے یہ قیاس درست نہیں ہے۔

تیسری شرط :

اصل سے فرع کی طرف متعدی ہونے والا حکم عقل کے خلاف نہ ہو۔ مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ کے اصحاب کا کہنا کہ دو نجس قلے جب جمع ہو جائیں تو دونوں پاک ہو جائیں گے اور جب دونوں کو الگ الگ کر دیا جائے تو دونوں طہارت پر باقی رہتے ہیں اور اسے اس مسئلے پر قیاس کرتے ہیں کہ پانی جب دو قلے ہو اور اس میں نجاست گر جائے تو وہ نجس نہیں ہوتے۔ اصحاب شافعی رحمہم اللہ کا یہ قیاس درست نہیں ہے کیونکہ اس میں اصل سے فرع کی طرف متعدی ہونے والا حکم عقل کے خلاف ہے۔

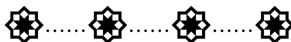
چوتھی شرط :

تعلیل کسی حکمِ شرعی کو ثابت کرنے کیلئے ہو نہ کہ امر لغوی کو۔ مثلاً ''سَارِق'' (چور) کو سارق اس لیے کہتے ہیں کہ یہ غیر کے مال کو خفیہ طور پر لیتا ہے اور ''نَبَّاش'' کہتے ہیں کفن چور کو لہذا نباش کو سارق پر لغوی اعتبار سے قیاس کرنا کہ جس طرح سارق میں چوری والا معنی پایا جاتا ہے اسی طرح نباش میں بھی چوری والا معنی پایا جاتا ہے پس اسی بناء پر نباش پر لفظ سارق کا اطلاق کر کے اس

پر سارق والی حدِ قطع، جاری کرنا درست نہیں کیونکہ اس قیاس میں امر لغوی کو ثابت کیا گیا ہے نہ کہ حکمِ شرعی کو۔

پانچویں شرط :

فرع منصوص علیہ نہ ہو۔یعنی جس مسئلہ کا حکم قیاس کے ذریعے معلوم کرنا ہے اس مسئلہ کا حکم پہلے سے ہی دیگر دلائل سے معلوم نہ ہو۔مثلاً کفارۂ ظہار اور کفارۂ یمین کو کفارۂ قتل پر قیاس کرنا کہ جس طرح کفارۂ قتل میں مومن غلام یا لونڈی کو آزاد کرنے کا حکم ہے اسی طرح کفارۂ ظہار اور کفارۂ یمین میں بھی مومن غلام یا لونڈی کو آزاد کرنے کا حکم ہونا چاہئے تو یہ قیاس کرنا درست نہیں ہے کیونکہ فرع منصوص علیہ ہے یعنی فرع میں پہلے سے ہی نص وارد ہے اور وہ مطلق ہے یعنی اس میں یہ قید نہیں کہ رقبۂ مؤمنہ ہی ہو۔



۞...... تکبُّر کی تعریف......۞

''تکبّر'' کی دو تعریفات ملاحظہ ہوں:

(1)...... ''الکبر: ھُوَ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ'' یعنی حق بات کا انکار اور لوگوں کو حقیر و ذلیل سمجھنا۔　(صَحِیح مُسلِم ص ۶۰ حدیث ۹۱، مطبوعہ دار ابن حزم)

(2)...... '' ھُوَ اَن یَّرَی الانسانُ نَفْسَہٗ أکبرَ من غیرہ'' یعنی انسان خود کو دوسروں سے بڑا سمجھے۔　(المُفرَدات للرّاغب ص۶۹۷، دار القلم دمشق)

سبق نمبر(22)

﴿......قیاس کے ارکان کا بیان......﴾

قیاس کے ارکان چار ہیں۔

۱۔اصل (مقیس علیہ) ۲۔فرع(مقیس) ۳۔حکم ٤۔علت مشترکہ

یہاں قیاس کے صرف ایک رکن ''علت'' سے بحث کی جائے گی۔اصل سے فرع کی طرف متعدی ہونے والا حکم کسی ایسی علت کی بناء پر ہوتا ہے جو کہ دونوں (اصل وفرع) کے مابین مشترک ہواوراس علت کومختلف طریقوں سے جانا جاتاہے۔جن کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

(۱)......کتاب اللہ کے ذریعے:

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشادفرمایا﴿لَیۡسَ عَلَیۡکُمۡ وَلَا عَلَیۡهِمۡ جُنَاحٌ بَعۡدَهُنَّ طَوّٰفُوۡنَ عَلَیۡکُمۡ بَعۡضُکُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ﴾ [النور: ۵۸]ترجمۂ کنزالایمان: ''کچھ گناہ نہیں تم پر نہ ان پرآمدورفت رکھتے ہیں تمہارے یہاں ایک دوسرے کے پاس۔'' اس آیتِ مبارکہ میں اللہ عزوجل نے غلاموں کوبغیراجازت گھروں میں داخلے کی رخصت عطافرمائی اورکثرتِ طواف کواس کی علت قراردیایعنی ان کا گھروں میں باربارآنا جانا ہوتاہے اور باربار اجازت لینے میں حرج ہے لہذااس حرج سے بچانے کیلئے فرمایا کہ ان

کے گھروں میں بغیر اجازت آنے میں کوئی حرج نہیں۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ کثرتِ طواف سقوطِ حکم (استئذان) کی علت ہے۔لہذا یہ علت قرآن سے معلوم ہوئی پھر اسی علت کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلی کے جھوٹے کی نجاست کا حکم ساقط کردیا اور فرمایا: ''اَلْھِرَّۃُ لَیْسَتْ بِنَجسۃٍ فَاِنَّھَا مِنَ الطَّوَّافِیْنَ عَلَیْکُمْ وَالطَّوَّافَات'' اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے فقہاء نے تمام سواکن البیوت (یعنی گھروں میں رہنے والے جانوروں) کے جھوٹے کو بھی پاک قرار دے دیا۔

(۲)......سنت کے ذریعے:

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (مفہوم): جو شخص کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے یا حالت رکوع وسجود میں سو جائے تو اس سے وضو نہیں ٹوٹتا، وضو اس کا ٹوٹتا ہے جو پہلو کے بل سوئے کیونکہ جب وہ پہلو کے بل سوتا ہے تو اس کے اعضاءِ جسم ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔(اور اس کی وجہ سے وضو ٹوٹ جاتا ہے) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو ٹوٹنے کی علت استرخائے مفاصل (اعضاء کا ڈھیلا پڑنا) بیان فرمائی لہذا کسی ایسی چیز سے ٹیک لگا کر سونا کہ اگر اس چیز کو ہٹا دیا جائے تو سونے والا گر جائے بھی ناقضِ وضوء ہے کیونکہ اس طرح سونے میں بھی یہی علتِ استرخائے مفاصل پائی جاتی ہے۔

(۳)......اجماع کے ذریعے:

چھوٹے بچے پر باپ کو جو ولایت واختیار حاصل ہے اس کی علت بچے کا

صغر یعنی چھوٹا و نا سمجھ ہونا ہے اور یہی علت بچی میں بھی پائی جاتی ہے لہذا جس طرح باپ کو نابالغ بچے پر ولایت حاصل ہے اسی طرح نابالغہ بچی پر بھی حاصل ہے، چاہے وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔۔

(٤)......اجتهاد و استنباط کے ذریعے :

اگر کوئی شخص کسی فقیر کو درہم دے تو اسے دیکھ کر ہمارا ظنِ غالب یہی ہوگا کہ اس نے فقیر کو اس لئے درہم دیئے ہیں تا کہ اس کی حاجت پوری ہو جائے اور اسے ثواب حاصل ہو۔ لہذا بھیک دینے کی علت (رفع حاجت وتحصیل ثواب) اجتہاد سے معلوم ہوئی۔

☆......تعدیٔ حکم کے اعتبار سے قیاس کی اقسام......☆

قیاس میں اصل سے فرع کی طرف حکم کو متعدی کرتے ہیں اس متعدی ہونے والے حکم کے اعتبار سے قیاس کی دو قسمیں ہیں:۔

پہلی قسم :

حکمِ فرع حکمِ اصل کی نوع سے ہو۔ یعنی فرع کی طرف متعدی کیا جانے والا حکم اصل میں پائے جانے والے حکم کی نوع سے ہو۔ مثلاً نابالغ غلام کے نکاح کی ولایت اس کے آقا کو غلام کے صغر (یعنی چھوٹا و نا سمجھ ہونے) کی وجہ سے دی گئی ہے اور یہی علت یعنی صغر نابالغہ لونڈی میں بھی پائی جاتی ہے لہذا اس علت کے ''متحد فی النوع'' ہونے کی وجہ سے آقا کو نابالغہ لونڈی کے نکاح کی بھی ولایت حاصل ہوگی چاہے وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔

اس کا حکم :

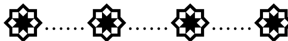
قیاس کی اس قسم کا حکم یہ ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ کے درمیان مطلق فرق سے یہ باطل نہیں ہوتا، کیونکہ اول تو قیاس کی شرائط میں جمیع اوصاف میں اتحاد ہونا شرط نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ جب اصل وفرع علت میں متحد ہونگے تو لازماً حکم میں بھی متحد ہونا چاہئے اگرچہ اس کے علاوہ دوسری علت میں ان کے درمیان فرق ہو۔

دوسری قسم :

حکمِ فرع حکمِ اصل کی جنس سے ہو، یعنی فرع کی طرف متعدی کیا جانے والا حکم اصل میں پائے جانے والے حکم کی جنس سے ہو۔ مثلاً غلاموں کو بغیر اجازت گھروں میں داخلے کی اجازت دی گئی ہے اور اس کی علت کثرتِ طواف بیان کی گئی ہے کیونکہ ان کا گھروں میں بار بار آنا جانا رہتا ہے اور بار بار اجازت لینے میں حرج کی وجہ سے انہیں بغیر اجازت ہی گھروں میں داخل ہونے کی رخصت دی گئی اسی طرح بلی بھی گھروں میں کثرت سے آمد ورفت رکھتی ہے اور اس کے جھوٹے کو نجس قرار دینا حرج کا باعث ہے لہذا اسی علت یعنی کثرتِ طواف کی بناء پر اس حکمِ نجاست کو ساقط کردیا گیا۔

اس کا حکم :

اس قسم کا قیاس مانع کی منع سے فاسد ہوسکتا ہے۔ اس طور پر کہ وہ اس بات کا ہی انکار کردے کہ یہ علت اصل وفرع دونوں کو شامل ہے۔



سبق نمبر(23)

......احکام سے متعلقہ اشیاء کا بیان......

حکم شرعی چار چیزوں سے متعلق ہوتا ہے۔

۱۔سبب ۲۔علت ۳۔شرط ٤۔علامت

ہم یہاں صرف سبب اور علت سے بحث کریں گے۔

سبب کی تعریف :

وہ چیز جو حکم تک کسی اور کے واسطے سے پہنچائے جیسے راستہ کہ یہ چلنے کے واسطے سے مقصد تک پہنچاتا ہے۔مثلاً کسی کو مسجد میں جانا ہو تو وہ راستے کو(سبب) بنائے گا اور چلنے کو(واسطہ) ذریعہ بنا کر اپنے(مقصد) مسجد تک پہنچے گا۔

علت کی تعریف :

سبب و حکم کے درمیانی واسطے کو علت کہتے ہیں۔جیسے منزل مقصود تک جانے کیلئے راستہ سبب اور چلنا علت ہے۔

سبب و علت کا حکم :

جب سبب و علت جمع ہو جائیں تو حکم علت کی جانب مضاف ہوگا نہ کہ سبب کی طرف۔لیکن جب علت کی طرف اضافت متعذر ہو تو حکم سبب ہی کی طرف لوٹے گا۔

مثال :

احکام شرعیہ میں سبب وعلت کی مثال یہ ہے کہ مثلا اگر کسی نے دوسرے کا کوئی جانور کھول دیا اور وہ جانور دوڑ کر کنویں وغیرہ میں گر کر مر گیا تو اس کھولنے والے پر ضمان لازم نہیں آئے گا کیونکہ اس کا کھولنا جانور کے مرنے کا سبب ہے علت نہیں علت جانور کا دوڑنا ہے لہذا حکم علت کی طرف مضاف ہوگا نہ کہ سبب کی طرف۔



...... چغلی کی تعریف ......

"هِیَ نَقْلُ کَلَامِ الْغَیْرِ بِقَصْدِ الإِضْرَارِ" یعنی کسی کی بات ضَرر (یعنی نقصان) پہنچانے کے ارادے سے دوسروں کو پہنچانا **چغلی** ہے۔ (عمدۃ القاری ج۲ ص۵۹۴ تحت الحدیث ۲۱۶ دار الفکر بیروت)

...... حسد کی تعریف ......

''حسد'' کی دو تعریفات ملاحظہ ہوں:

(1)...... کسی کی نعمت چھن جانے کی آرزو کرنا۔ (فتاوٰی رضویہ ج۲۴ ص۴۲۸)

(2)...... "الحَسدُ تَمنِّی زَوالِ نِعْمَةِ المَحْسُودِ إلی الحَاسِدِ" یعنی کسی شخص کی خوبی دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ یہ نعمت اس سے ختم ہو جائے اور مجھے مل جائے۔ (التعریفات للجرجاني، ص ۶۲، دار المنار)

...... جھوٹ کی تعریف ......

"هُوَ الْإِخْبَارُ بِالشَّیْءِ عَلیٰ خِلَافِ مَا هُوَ عَلَیْهِ سَوَاءٌ کَانَ عمداً أم خطأً" خلافِ واقع بات کرنے کو **جھوٹ** کہتے ہیں خواہ جان بوجھ کر ہو یا غلطی سے۔ (فتح الباری لابن حجر، ۲/۱۸۲، دار الکتب العلمیة بیروت) مثلاً کسی سے رقم ادھار لی اور جب اس نے مانگی تو نہ دینے کے باوُجُود کہہ دیا دے دی ہے۔

سبق نمبر(24)

......موانعِ شرعیّہ کا بیان......

مانع کی تعریف :

بعض اوقات کسی رکاوٹ کے سبب کسی چیز پر حکمِ شرعی نہیں لگتا اس رکاوٹ کو اصول فقہ کی اصطلاح میں مانع کہتے ہیں اور اسکی جمع موانع ہے۔

موانع شرعیہ چار ھیں :

١......انعقاد علت میں مانع
٢......تکمیل علت میں مانع
٣......ابتدائے حکم میں مانع
٤......دوام حکم میں مانع۔

انعقاد علت میں مانع :

ایسا مانع جس کی وجہ سے علت کا انعقاد ہی نہ ہوسکے۔ مثلاً کسی چیز کی بیع اس شی ء کے کسی کی ملکیت میں دخول کی علت ہے لیکن مردار اور خون کی بیع ملکیت میں دخول کی علت نہیں بن سکتی کیونکہ ملکیت میں دخول کے لئے جس طرح یہاں بیع کی ضرورت ہے اسی طرح بیع کے لئے یہ ضروری ہے کہ مبیع مال ہو جبکہ مردار اور خون مال نہیں۔ لہذا ان دونوں کے مال نہ ہونے کی وجہ سے بیع منعقد نہیں ہوگی جو کہ علت ہے ملکیت میں دخول کی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہاں بیع علت ہے، ''ملکیت میں داخل ہونا'' حکم اور ''مردار و خون کا مال نہ ہونا'' مانع ہے۔

تکمیل علت میں مانع :

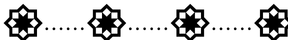
ایسا مانع جو انعقادِ علت میں تو رکاوٹ نہ بنے لیکن تکمیلِ علت میں رکاوٹ پیدا کر دے۔ مثلا مالِ مخصوص کا پورے سال ملکیت میں ہونا وجوبِ زکوۃ کی علت ہے لیکن سال پورا ہونے سے پہلے اگر مال ضائع ہو جائے تو یہ تکمیلِ علت یعنی مال نصاب پر کامل سال گزر جانے کو مانع ہے اگرچہ انعقادِ علت میں مانع نہیں کیونکہ شروع سال میں تو مال موجود تھا۔

ابتدائے حکم میں مانع :

ایسا مانع جو علت کے پائے جانے کے باوجود حکم کے نفاذ میں رکاوٹ پیدا کر دے۔ مثلا بیع مکمل ہو جانے پر ثبوتِ ملکیت کا حکم لگتا ہے لیکن خیارِ شرط (بائع یا مشتری میں سے کسی نے تین دن کا اختیار رکھا تو یہ) ثبوتِ حکم یعنی ملکیت میں رکاوٹ ہے یعنی جب تک خیار باقی ہے ملکیت کی ابتداء بھی نہیں ہوگی۔ لہذا یہاں علتِ بیع تو پائی گئی لیکن خیارِ شرط مانع کی وجہ سے حکمِ ملکیت کی ابتداء بھی نہ ہوئی۔

دوام حکم میں مانع :

ایسا مانع جو حکم کے نفاذ میں تو رکاوٹ نہ ہو لیکن اس کے دوام و باقی رہنے میں رکاوٹ پیدا کر دے۔ مثلا کسی نے اگر بغیر دیکھے کوئی چیز خیارِ رؤیت کے ساتھ خرید لی تو وہ اس کی ملک میں آجائے گی لیکن دیکھنے پر اگر اس نے انکار کر دیا تو وہ شیء اس کی ملکیت سے نکل جائے گی یعنی خیارِ رؤیت دوامِ حکم میں مانع ہے۔



سبق نمبر(25)

...... ماموراتِ شرعیہ کا بیان ......

عباداتِ شرعیہ کی چار اقسام ہیں:

۱۔فرض ۲۔واجب ۳۔سنت ٤۔نفل

فرض کی تعریف :

فرض کا لغوی معنی مقدار مقرر کرنا ہے، اور فرض کو فرض اس لئے کہتے ہیں کہ شریعت میں اس کی ایک مقدار مقرر ہے جس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں۔ اور اصطلاح میں فرض وہ مامور بہ ہے جو ایسی دلیلِ قطعی سے ثابت ہو جس میں کوئی شک وشبہ نہ ہو۔

فرض کا حکم :

فرض پر عمل کرنا اور اس کی فرضیت کا اعتقاد رکھنا دونوں ضروری ہیں۔ جیسے نماز، روزہ وزکوۃ وغیرہ۔

واجب کی تعریف :

''واجب'' وجوب سے ہے جس کا لغوی معنی سقوط یا اضطراب ہے، پہلے معنی کے اعتبار سے واجب کو واجب اس لئے کہتے ہیں کیونکہ یہ بندے پر اس کی مرضی کے بغیر ڈالا جاتا ہے۔ اور باعتبار معنی ثانی واجب کو واجب اس لئے

کہتے ہیں کہ وہ فرض اور نفل کے درمیان مضطرب ہوتا ہے یعنی عمل کے اعتبار سے فرض اور اعتقاد کے اعتبار سے نفل ہوتا ہے اور اصطلاح میں واجب سے مراد وہ مامور بہ ہے جو ایسی دلیل سے ثابت ہو کہ جس میں کچھ شبہ ہو جیسے وہ آیات جن میں تاویل کی گئی ہو اور اخبارِ آحاد میں سے صحیح احادیث۔

واجب کا حکم :

یہ عمل کے اعتبار سے فرض اور اعتقاد کے اعتبار سے نفل کے درجہ میں ہے۔ یعنی واجب پر عمل کرنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح فرض پر لیکن اس کا اعتقاد ایسا ضروری نہیں جیسا فرض کا۔ جیسے نمازِ وتر، نمازِ عید وغیرہ۔

سنت کی تعریف :

سنت کا لغوی معنی طریقہ وراستہ ہے۔ اور اصطلاح میں اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرف سے دیا گیا ایسا دینی پسندیدہ طریقہ وراستہ ہے جس پر خوب چلا گیا ہو۔

سنت کا حکم :

سنت پر عمل کا شریعت میں مطالبہ کیا گیا ہے اور بلا وجہ چھوڑنے والا ملامت کا مستحق ہے۔

نفل کی تعریف :

نفل کا لغوی معنی ہے زائد ہونا، مال غنیمت کو بھی اسی وجہ سے نفل کہتے ہیں کہ وہ مقصودِ جہاد سے ایک زائد چیز ہے۔ اور اصطلاح میں وہ عبادت ہے جو فرائض

وواجبات پر زائد ہو۔

نفل کا حکم :

اس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور ترک پر عذاب نہیں ہوتا۔

نوٹ : نفل کو تطوّع بھی کہتے ہیں۔



استاد کا ادب واحترام

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت شاہ **امام احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن ملفوظات شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

''حضرت **عبداللہ ابن عباس** رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: جب میں بغرض تحصیل علم (یعنی علم دین سیکھنے کیلئے) حضرت **زید بن ثابت** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در دولت پر جاتا اور وہ باہر تشریف نہ رکھتے ہوتے تو براہ ادب ان کو آواز نہ دیتا، ان کی چوکھٹ پر سر رکھ کر لیٹ رہتا۔ ہوا خاک اور ریتا اڑا کر مجھ پر ڈالتی، پھر جب حضرت **زید** رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شانۂ اقدس سے تشریف لاتے، فرماتے: ''**ابن عم رسول اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی اے **رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے**) آپ نے مجھے اطلاع کیوں نہ کرادی؟'' میں عرض کرتا مجھے لائق نہ تھا کہ میں آپ کو اطلاع کراتا۔''

یہ وہ ادب ہے جس کی تعلیم قرآن عظیم نے دی: إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ، وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ''وہ جو حجروں کے باہر سے تمہیں آواز دیتے ہیں، ان میں بہت کو عقل نہیں اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تم باہر تشریف لاؤ تو ان کیلئے بہتر تھا اور اللہ عزوجل بخشنے والا مہربان ہے۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ اول، ص۱۸۶، مکتبۃ المدینہ)

سبق نمبر(26)

......عزیمت ورخصت کا بیان......

عزیمت کی تعریف :

عزیمت کا لغوی معنی ہے نہایت پختہ ارادہ اور اصطلاح میں اس سے مراد وہ احکام ہیں جو ہم پر ابتداءً لازم ہوں یعنی عوارض کی طرف نظر کئے بغیر فی نفسہ وہ ہم پر لازم ہوں۔ جیسے بیماری وسفر وغیرہ دیگر عوارض سے قطع نظر مطلقا روزے کا حکم عزیمت ہے۔

☆......عزیمت کی اقسام......☆

عزیمت کی مندرجہ ذیل دوقسمیں ہیں:

۱۔فرض ۲۔واجب

لیکن ان کے تحت ان کی اضداد یعنی حرام، مکروہ بھی شامل ہیں اس لیے کہ حرام اگر دلیل قطعی سے ثابت ہے تو پھر اس سے بچنا فرض ہے جیسے شراب نوشی اور اگر دلیل ظنی سے ثابت ہو تو اس سے بچنا واجب ہے جیسے بجو کا کھانا۔

رخصت کی تعریف :

رخصت عزیمت کے مقابل ہے اس کا لغوی معنی سہولت وآسانی ہے اور اصطلاحاً مکلّف میں کسی عذر کے پائے جانے کی وجہ سے مشکل کام کو آسانی کی

طرف پھیرنا۔

مثال :

رمضان المبارک کے مہینہ میں کوئی بیمار یا مسافر ہوتو اسے اس بات کی رخصت ہے کہ ابھی روزے ترک کردے اور بعد میں رکھ لے۔

☆......نتیجہ کے اعتبار سے رخصت کی اقسام......☆

اس اعتبار سے اس کی مندرجہ ذیل دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم :

کسی فعل کی حرمت کے باقی رہنے کے باوجود اس کی رخصت ہونا۔جیسے حالت اکراہ میں کلمہ کفر بولنے کی اجازت ہے جبکہ دل ایمان پر مطمئن ہو۔لیکن اس رخصت کے باوجود اصلِ فعل (کلمہ کفر کا بکنا) جائز نہیں ہوسکتا ہاں یہ اور بات ہے کہ مجبور ومکرہ کے ساتھ شریعت آسانی کا معاملہ فرماتی ہے۔

اس کا حکم :

مجبور کرنے کے باوجود شارع کی تعظیم کی خاطر ان برائیوں سے باز رہا اور ایذاء دیا گیا حتی کہ قتل کر دیا گیا تو اجروثواب کا مستحق ہوگا۔

دوسری قسم :

رخصت کی وجہ سے فعل کی صفت ہی بدل جائے یعنی پہلے وہ کام حرام تھا رخصت کے سبب اس کے حق میں مباح ہوگیا۔

اس کا حکم :

اگروہ اس حرام کے مباح ہو جانے کے بعد بھی اس کے کھانے سے باز رہا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا ۔کیونکہ اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ﴾ [المائدة: ۳] ترجمۂ کنزالایمان: ''تو جو بھوک پیاس کی شدت میں ناچار ہو۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص نہایت بھوکا پیاسا ہو کہ موت کا صحیح اندیشہ ہے اور اسے کوئی حلال چیز میسر نہیں تو ایسی صورت میں اسے حرام کھانے پینے کی اجازت ہے بلکہ اتنا کھانا پینا فرض ہے کہ جس سے جان بچ سکے لیکن جب اس نے کچھ بھی نہ کھایا اور اسی سبب سے مر گیا تو گنہگار ہوگا کہ جان بچانا فرض ہے۔

تمت

......مجاہدے کا مطلب......

اعلی حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت پروانہ شمع رسالت حضرت علامہ ومولانا شاہ امام **احمد رضا خان** علیہ رحمۃ الرحمٰن ملفوظات شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

''سارا مجاہدہ اس آیہ کریمہ میں جمع فرما دیا ہے: ''أَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى'' جو اپنے رب عزوجل کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے روکے بے شک تو جنت ہی ٹھکانہ ہے۔''

''یہی جہاد اکبر ہے حدیث میں ہے: جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا: ''رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الاصْغَرِ اِلَى الجِهَادِ الاكْبَرِ'' ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے۔''

(ملفوظات شریف، حصہ اول، ص۲۰۶، مکتبۃ المدینہ)

قواعد فقہیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

......قواعدِ فقهيه......

کسی بھی فن میں مہارتِ تامہ اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس فن کے قواعد کو اچھی طرح سمجھ کر ازبر کرلیا جائے ورنہ اس فن سے کما حقہ فوائد حاصل نہیں کیے جاسکتے۔ علماء کرام نے کثیر فقہی جزئیات میں تتبع کر کے بطور استقراء بہت سے قواعد مقرر فرمائے ہیں جن کو صحیح طور پر استعمال کر کے ایسے بہت سے مسائل کا حکم معلوم کیا جا سکتا ہے جو یا تو نو پید ہیں یا ان کی صراحت نہیں ملتی لیکن وہ مسائل جن کے بارے میں نص شرعی یا کتب فقہیہ میں جزئیہ موجود ہے ان کا حکم وہی رہے گا جو نصوص یا کتب فقہیہ میں پہلے ہی مذکور ہے۔ اب ہم یہاں طلبہ کے اذہان کی اصولِ فقہ کی نہج پر نشو ونما کے لئے چند قواعد ذکر کرتے ہیں، امید ہے کہ انہیں سمجھ کر یاد کر لینا مستقبل میں ان کے لئے نہایت کارآمد ثابت ہوگا۔

قاعدہ نمبر: 1

''اَلاِحْتِیَاطُ فِیْ حُقُوْقِ اللّٰہِ لا فِیْ حُقُوْقِ الْعِبَادِ''

ترجمہ:

یعنی حقوق اللہ کی رعایت میں احتیاط کی جائے گی نہ کہ حقوق العباد میں۔

مثال:

جب نماز صحت وفساد کے درمیان دائر ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ نماز کا

اعادہ کیا جائے۔(مجموعة قواعد الفقه، ص ٥٤)

قاعدہ نمبر: 2

"اِذَا زَالَ الْمَانِعُ عَادَ الْمَمْنُوْعُ"

ترجمہ:

جب مانع زائل ہوجائے تو ممنوع لوٹ آے گا یعنی ممنوع کی ممنوعیت ختم ہوجائے گی۔

مثال:

اگر کسی انسان کی گواہی قبول ہونے میں اس کا صغرسن یعنی چھوٹا ہونا مانع ہوتو وہ بالغ ہوتے ہی گواہی کا اہل ہوجائے گا، کیونکہ بالغ ہونے کے سبب صغرسن (جو کہ گواہی کے قبول ہونے میں مانع تھا) زائل ہوگیا، لہذا قبولِ گواہی کی ممنوعیت ختم ہوجائے گی۔(مجموعة قواعد الفقه، ص ٥٧)

قاعدہ نمبر: 3

"اَلاِسْلَامُ یَعْلُو وَلَا یُعْلٰی"

ترجمہ:

یعنی اسلام غالب ہوتا ہے نہ کہ مغلوب۔

مثال:

کوئی بھی کافر مسلمان کو غلام نہیں بنا سکتا کیونکہ غلامی کی صورت میں اسلام

کا غلبہ نہیں رہتا، یہی وجہ ہے کہ اگر کافر کا غلام اسلام لے آیا تو اس نو مسلم کو کافر کی غلامی میں نہیں رہنے دیا جائے گا، بلکہ کافر کو اس کے بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔(مجموعة قواعد الفقه، ص٥٨)

قاعدہ نمبر: 4

"اَلاِضْطِرَارُ لا یُبْطِلُ حَقَّ الْغَیْرِ"

ترجمہ:

مجبوری غیر کے حق کو باطل نہیں کرسکتی۔

مثال:

اگر کسی انسان نے بھوک کی وجہ سے حالت اضطرار میں کسی دوسرے کا کھانا کھالیا تو اس کھانے کی قیمت ادا کرنا ہوگی، کیونکہ یہ مجبوری کھانے کے مالک کا حق باطل نہیں کرسکتی۔(مجموعة قواعد الفقه، ص٦٠)

قاعدہ نمبر: 5

"اَلاَمْرُ لِلْوُجُوْبِ مَا لَمْ تَکُنْ قَرِیْنَةٌ خِلافَهُ"

ترجمہ:

امر (جب مطلق ہو تو) وجوب کیلئے ہوتا ہے جب تک کہ اس کے خلاف پر کوئی قرینہ نہ ہو۔

مثال:

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَلْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ﴾[الحج: ٢٩]ترجمہ

کنز الایمان: ''اور اپنی منتیں پوری کریں۔''اس آیت میں صیغہ امر (وَلْيُوفُوْا) وجوب کا فائدہ دے رہا ہے یعنی نذر پوری کرنا واجب ہے۔اسی طرح ﴿وَإِذَا قُرِءَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُواْ لَهُ وَأَنصِتُواْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴾[الاعراف: ٢٠٤] ترجمہ کنز الایمان: ''اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو کہ تم پر رحم ہو۔''میں ''فَاسْتَمِعُوْا'' اور ''اَنْصِتُوْا'' وجوب کا فائدہ دے رہے ہیں یعنی جب تلاوتِ قرآن کی جائے تو اسے غور سے سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔(مجموعة قواعد الفقه، ص ٦٢، بدائع الصنائع، غمز عيون البصائر)

قاعدہ نمبر: 6

''اِقْرَارُ الْمُكْرَهِ بَاطِلٌ''

ترجمہ:

مجبور کا اقرار باطل ہے۔

مثال:

اگر کسی شخص کو مجبور کر کے یہ اقرار کرایا گیا کہ اس نے اپنا گھر بیچ دیا ہے تو یہ اقرار باطل ہے۔

تنبیہ:

چور سے زبردستی اقرار کرانے کے بارے میں اختلاف ہے۔(مجموعة

قواعد الفقه، ص ٦١، درمختار ورد المحتار وغيره)

قاعدہ نمبر: 7

" اُمُوْرُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى السّدَادِ حَتّٰى يَظْهَرَ غَيْرُهٗ "

ترجمہ:

مسلمانوں کے کاموں کو اچھائی پر محمول کیا جائے گا، جب تک کہ اس کا غیر ظاہر نہ ہو جائے۔

مثال:

اگر کسی شخص نے ایک درہم و دینار کو دو درہم و دینار کے عوض بیچا تو اس کی بیع باطل قرار نہیں دی جائے گی بلکہ ایک جنس کو دوسری جنس (یعنی ایک درہم کے عوض دو دینار اور ایک دینار کے عوض دو درہم) کی طرف پھیر کر عقد کو صحیح قرار دیا جائے گا، ہاں اگر بائع خود وضاحت کردے کہ درہم درہم کے عوض اور دینار دینار کے عوض ہیں تو اب بیع یقیناً فاسد ہو جائے گی۔ (مجموعة قواعد الفقه، ص٦٣)

قاعدہ نمبر: 8

"اَلایْمَانُ مَبْنِيَّةٌ عَلَى الا لْفَاظِ"

ترجمہ:

قسموں کا دارومدار الفاظ پر ہوتا ہے۔

مثال:

اگر کسی نے قسم کھائی کہ " لا يَشْتَرِىْ لِفُلانٍ شيئاً بفلسٍ "یعنی فلاں

کیلئے ایک پیسے کی چیز نہیں خریدے گا پھر اس کیلئے ایک درہم کی چیز خرید لی تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، کیونکہ الفاظِ قسم میں فلس کا ذکر ہے جو کہ درہم پر نہیں بولا جاتا۔(مجموعة قواعد الفقه، ص ٦٥)

قاعدہ نمبر: 9

”اَلْحَقِیْقَةُ تُتْرَکُ بِدَلَالَةِ الْحَالِ وَتُتْرَکُ بِدَلَالَةِ الاسْتِعْمَالِ وَالْعَادَةِ“

ترجمہ:

حقیقت دلالتِ حال، دلالتِ استعمال، اور دلالتِ عادت کے سبب ترک کردی جاتی ہے۔

مثال:

اگر کسی نے قسم کھائی کہ گوشت نہیں کھائے گا تو (معاذ اللہ) خنزیر یا آدمی کا گوشت کھانے سے قسم نہیں ٹوٹے گی کیونکہ عادۃ ان کا گوشت نہیں کھایا جاتا۔

(مجموعة قواعد الفقه، ص٧٨)

قاعدہ نمبر: 10

”اَلْخَطَأُ فِیْمَا لا یُشْتَرَطُ التَّعْیِیْنُ لا یَضُرُّ“

ترجمہ:

جس چیز میں تعیین شرط نہیں اسکی تعیین میں خطا نقصان دہ نہیں۔

مثال:

اگر کسی نے ظہر یا عصر کی چار رکعت فرض کی جگہ غلطی سے تین رکعات کی

نیت کرلی تو کوئی حرج ونقصان نہیں، کیونکہ نماز میں تعدادِ رکعات کی نیت کرنا شرط نہیں۔(مجموعۃ قواعد الفقہ، ص۷۸)

قاعدہ نمبر: 11

"اَلسُّکْرَانُ مِنْ مُحَرَّمٍ کَالصَّاحِیْ"

ترجمہ:

حرام چیز سے نشہ میں مدہوش ہوش مند کی طرح ہے۔

مثال:

اس کا مطلب یہ ہے کہ نشہ والے شخص کی تمام عبارات جیسے طلاق، عتاق، خرید وفروخت اسی طرح صحیح ونافذ العمل ہیں جس طرح ایک ہوش مند شخص کی، لیکن اسی حالت میں اس نے معاذ اللہ کلمہ کفر بک دیا تو استحسانا اس کی عورت بائنہ نہیں ہوگی۔(مجموعۃ قواعد الفقہ، ص۸۳، کشف الاسرار)

قاعدہ نمبر: 12

"اَلْعُرْفُ غَیْرُ مُعْتَبَرٍ فِیْ الْمَنْصُوْصِ عَلَیْهِ"

ترجمہ:

منصوص علیہ شی میں عرف کا اعتبار نہیں۔

مثال:

جن اشیاء کے مکیلی یا موزونی ہونے پر نص وارد ہے وہ اب بھی حکمِ شرعی

کے اعتبار سے مکیلی اور موزونی ہی رہیں گی چاہے عرفا وعادۃ انہیں کسی اور طریقے سے بیچا جائے، مثلا: گندم وجو کے مکیلی ہونے پر نص وارد ہے لیکن آج کل انہیں ناپ کر نہیں بلکہ تول کر بیچا جاتا ہے لہذا اس عرف وعادت کی بناء پر یہ موزونی نہیں ہوجائیں گی بلکہ مکیلی ہی رہیں گی۔ اور گندم کو گندم کے عوض تول کر نہیں بیچا جاسکتا۔ **وعلی ھذا القیاس فی البواقی**۔ (مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۹۲، ۱۳۳)

قاعدہ نمبر: 13

''اَلْکِتَابُ کَالْخِطَابِ''

ترجمہ:

لکھ کر دینا زبان سے بولنے کے حکم میں ہے۔

مثال:

خرید وفروخت، نکاح وطلاق وغیرہ عقود کے الفاظ لکھ کر دینے سے بھی یہ عقود اسی طرح درست قرار پاتے ہیں جس طرح بذریعہ زبان یہ عقود کیے جاتے ہیں لیکن کتابت کے ذریعے ان عقود میں یہ شرط ہے کہ عاقد یا تو خود اقرار کرے کہ یہ میری طرف سے ہے یا اس پر اور کوئی دلیلِ شرعی قائم ہوجائے۔

(مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۹۹)

قاعدہ نمبر: 14

''کُلُّ صَلاۃٍ اُدِّیَتْ مَعْ کَرَاھَۃِ التَّحْرِیْمِ تَجِبُ اِعَادَتُھَا''

ترجمہ:

ہر وہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہے۔

مثال:

اگر کوئی شخص نماز میں سورۃ فاتحہ کی تلاوت کرنا بھول گیا اور سجدہ سہو نہیں کیا تو نماز مکروہ تحریمی ہوئی لہذا اس کا اعادہ واجب ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ کراہت، نماز میں اگر کسی خارجی سبب سے ہو تو نماز کا اعادہ واجب نہیں جیسے قراءۃ میں سورتوں کی ترتیب الٹ دینا یا ریشمی لباس پہنے نماز پڑھنا اگرچہ مکروہِ تحریمی ہے لیکن ان کی وجہ سے نماز کا اعادہ واجب نہیں۔(درمختار،و مجموعة قواعد الفقه، ص ۱۰۰)

قاعدہ نمبر: 15

"لا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ"

ترجمہ:

خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی۔

مثال:

والدین کی اطاعت ضروری ہے لیکن اگر وہ فرض نماز و حج سے منع کریں تو اس کام میں ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس طرح خالق کی نافرمانی و حکم عدولی لازم آتی ہے جو کہ مخلوق کیلئے کسی صورت میں جائز نہیں۔

(ردالمحتار، مجموعة قواعد الفقه، ص۱۰٦)

قاعدہ نمبر: 16

''لا یُحَلَّفُ عَلٰی حَقٍّ مَجْھُوْلٍ''

ترجمہ:

کسی حقِ مجہول پر قسم نہیں اٹھوائی جائے گی۔

مثال:

اگر کسی شخص نے دوسرے کے خلاف دعوی کیا کہ اس نے میرے حق میں کوئی خیانت کی ہے تو مدعی علیہ (یعنی جس کے خلاف دعوی کیا گیا ہے) سے قاضی قسم نہیں لے گا۔(الاشباہ والنظائر، مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۱۱۱، درمختار)

قاعدہ نمبر: 17

''مَا ثَبَتَ بِزَمَانٍ یُحْکَمُ بِبَقَائِہٖ مَا لَمْ یُوْجَدْ دَلِیْلٌ بِخِلَافِہٖ''

ترجمہ:

جو چیز زمان سے ثابت ہو وہ اس وقت تک باقی رہے گی جب تک کہ اس کے خلاف پر دلیل نہ پائی جائے۔

مثال:

کسی زمانہ میں کوئی چیز کسی شخص کی ملکیت میں ثابت ہوجائے تو اسی کی ملک میں باقی رہنے کا حکم دیا جائے گا، جب تک کہ اس کے خلاف کوئی دلیلِ شرعی نہ ہو۔(مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۱۱٤)

قاعدہ نمبر: 18

”مَا ثَبَتَ عَلٰی خِلافِ الْقِیَاسِ فَغَیْرُہُ لا یُقَاسُ عَلَیْہِ“

ترجمہ:

جو خلافِ قیاس شرعی ثابت ہو تو اس پر دوسرے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

مثال:

قرآن شریف میں ہے: ﴿وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ﴾ [البقرة: ٢٨٢] ترجمہ کنز الایمان: ”اور دو گواہ کرلو۔“ لیکن حدیث شریف میں ہے کہ نبی مختار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے صرف ایک صحابی حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو قبول فرمالیا لیکن چونکہ یہ خلافِ قیاس ہے لہذا اس پر قیاس کرتے ہوئے دوسرے کیلئے یہ جائز نہیں کہ صرف ایک شخص کی گواہی پر اکتفاء کرے۔

(مجموعة قواعد الفقه، ص ١١٤)

قاعدہ نمبر: 19

”مَا جَازَ لِعُذْرٍ بَطَلَ بِزَوَالِہٖ“

ترجمہ:

جو کسی عذر کے سبب جائز ہو جائے تو اس عذر کے ختم ہوتے ہی باطل ہو جاتا ہے۔

مثال ۱:

پانی نہ ہونے کے عذر سے تیمّم جائز قرار دیا گیا ہے، لہذا پانی کی موجودگی

میں یہ عذر زائل ہوجائے گا اور تیمّم باطل ہوجائے گا۔(الاشباہ والنظائر، مجموعۃ قواعد الفقہ، ص ۱۱۵، کتب عامہ)

مثال۲:

شریعت نے عذر صحیح کے سبب فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت دی ہے لہذا عذر کے زائل ہوتے ہی بیٹھ کر فرض نماز پڑھنے کا جواز باطل ہوجائے گا۔

قاعدہ نمبر: 20

"مَا حَصَلَ بِسَبَبٍ خَبِيْثٍ فَالسَّبِيْلُ رَدُّهٗ"

ترجمہ:

جو غیر شرعی ذریعے سے حاصل ہوا سے واپس کئے بغیر چارہ نہیں۔

پہلی مثال:

جو پیسہ سود کے ذریعے حاصل کیا جائے اس کا لوٹا دینا فرض ہے کیونکہ یہ غیر شرعی طریقے سے حاصل ہوا ہے۔(فتاوی رضویہ)

دوسری مثال:

بیع فاسد کے ذریعے حاصل ہونے والا مال بھی لوٹانا ضروری ہے۔(ایضا)

تیسری مثال:

چوری کے ذریعے حاصل ہونے والا مال بھی لوٹانا ضروری ہے۔(ایضا)

قاعدہ نمبر: 21

"مَارَاٰهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ"

ترجمہ:

جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

مثال:

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے اور اس قدر عمدہ اور جامع ہے کہ اس کے تحت وہ تمام امور آجاتے ہیں جنہیں مسلمان حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے دورِ مبارک میں یا اس کے بعد اچھا سمجھ کر کرتے آئے ہیں، جیسے ایصال ثواب، میلاد وقیام، اعراسِ بزرگانِ دین، اذان سے قبل وبعد درود شریف وغیرہ کہ ان سب امور کو اہل ایمان اچھا سمجھ کر بجالاتے اور ثواب پاتے ہیں۔(عامہ کتب)

قاعدہ نمبر: 22

"اَلْمُبَاشِرُ ضَامِنٌ وَاِنْ لَمْ یَتَعَمَّدْ"

ترجمہ:

کام کو انجام دینے والا ضامن ہوتا ہے اگر چہ عمداً نہ کرے۔

مثال:

اگر کسی نے بغیر وجہِ شرعی کے کسی کا مال تلف کر دیا تو اسے اس کا ضمان دینا ہوگا، اگر چہ عمداً ایسا نہ کیا ہو۔(مجموعة قواعد الفقه، ص۱۱۷)

قاعدہ نمبر: 23

"اَلْمُبَاحُ یُمْلَکُ بِالاِحْرَازِ"

ترجمہ:

مباح چیز قبضہ کرلینے سے ملک میں آجاتی ہے۔

مثال:

کسی نے کنویں یا بارش کا پانی اپنے برتن میں بھرلیا یا کسی غیر مملوک پرندے یا جانور مثلا جنگلی کبوتر، ہرن، مچھلی وغیرہ کو پکڑ لیا تو یہ تمام چیزیں اس کی ملک میں آجائیں گی۔(عامہ کتب)

قاعدہ نمبر: 24

''مَنْ شَکَّ ھَلْ فَعَلَ شَیْئًا اَمْ لَا فَالاَصْلُ اَنَّہٗ لَمْ یُفْعَلْ''

ترجمہ:

کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے میں شک ہوتو اصل یہ کہ وہ کام نہیں کیا گیا۔

مثال:

اگرکسی کونماز پڑھ لینے یا نہ پڑھنے کے بارے میں شک ہوتو وقت باقی ہونے کی صورت میں اعادہ کرلے، اسی طرح اگر واجباتِ نماز میں سے کسی واجب کے کرنے یا نہ کرنے میں شک ہوتو یہ سمجھا جائے گا کہ اس سے واجب چھوٹ گیا لہذا سجدہ سہو کرے گا۔اسی طرح اَثناءِ وضوء میں کسی رکن کے ادا کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں شک ہوتو اس رکن کا اعادہ واجب ہے۔

(الاشباہ و النظائر، مجموعۃ قواعد الفقہ، ص۱۲۹)

قاعدہ نمبر: 25

''اَلْمَرْءُ يُعَامَلُ فِيْ حَقِّ نَفْسِهٖ كَمَا اَقَرَّ بِهٖ وَلا يُصَدَّقُ عَلَى اِبْطَالِ حَقِّ الْغَيْرِ وَلا بِالْزَامِ الْغَيْرِ حَقًّا''

ترجمہ:

کسی کے اقرار سے اس کی اپنی ذات کے بارے میں معاملہ برتا جائے گا اور دوسرے کے حق کو باطل کرنے میں اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور نہ ہی کسی غیر پر کوئی حق لازم کیا جائے گا۔

مثال:

اگر کسی مَجْهُوْلُ النَّسَبْ عورت نے کسی شخص کی لونڈی ہونے کا اقرار کیا اور اس شخص نے اس بات کی تصدیق بھی کر دی تو وہ عورت اس کی لونڈی شمار کی جائے گی لیکن عورت کے اس اقرار سے اس کے شوہر کا نکاح باطل نہیں ہوگا، اور نہ ہی شوہر مقرلہ (جس کے حق میں عورت نے اقرار کیا) کو ضمان دے گا جبکہ عورت کو ایک مرتبہ مہر ادا کر چکا ہو، کیونکہ اس طرح کسی کے اپنی ذات کے بارے میں اقرار سے دوسرے کے حق کو باطل کرنا اور اس پر کوئی حق ثابت کرنا لازم آئے گا اور یہ درست نہیں۔ (اصول بزدوی، مجموعة قواعد الفقه، ص ۱۲۰)

قاعدہ نمبر: 26

''اَلْمُطْلَقُ يَجْرِيْ عَلٰى اِطْلاقِهٖ''

ترجمہ:

مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔

پہلی مثال:

قرآن شریف نے قسم اور ظہار کے کفارے میں ایک مملوک (لونڈی یا غلام) کو آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے جوکہ مطلق ہے یعنی اس میں یہ قید نہیں کہ وہ مومن ہو یا کافر، لہذا دونوں میں سے کسی کو بھی آزاد کرنے سے حکم قرآنی پر عمل ہوجائے گا۔(حسامی ، اصول الشاشی)

دوسری مثال:

اللہ تبارک وتعالی نے قرآنِ عظیم میں مومنوں کو اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کا حکم ارشاد فرمایا، اور اپنی رحمتِ واسعہ سے اس حکم کو مطلق رکھا، یعنی اس میں زمان ومکان وصیغہ وہیئت کی کوئی قید نہیں لگائی لہذا مومنین درود وسلام جب چاہیں، جس وقت چاہیں، اور جس ہیئت وصیغہ کے ساتھ چاہیں، پڑھ کر حکم خداوندی پر عمل کی سعادت پاسکتے ہیں۔

قاعدہ نمبر: 27

"اَلاُمُوْرُ بِمَقَاصِدِهَا"

ترجمہ:

"یعنی اعمال اور معاملات کا دارومدار، ان کے مقاصد (نیات) پر ہے۔"

مثال:

اگرکسی نے نماز میں ایسی آیت کی تلاوت کی جوسائل کا جواب بھی ہوسکتی ہے،اگراس آیت سے مقصود جواب دینا ہے تو یہ فعل حرام ہے اور نماز فاسد ورنہ نہیں۔مثلاکسی موسی نامی شخص سے اس کا نام پوچھا گیا تو دوران نمازاس نے یہ آیت پڑھی ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى﴾[طه: ١٧] ترجمۂ کنزالایمان:''اور یہ تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے اے موسی۔''اس سے مقصوداگرقرآن کی تلاوت ہے تو نماز درست اوراگرسائل کا جواب دینا مقصود ہے تو نماز فاسد۔

قاعدہ نمبر: 28

''اَلْيَقِيْنُ لا يَزُوْلُ بِالشَّكِّ''

ترجمہ:

یعنی یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔

مثال:

اگرکسی شخص کواپنے باوضو ہونے کا یقین ہواوروضوٹوٹنے میں شک ہے تو وہ باوضو مانا جائے گا۔ایسے ہی کسی شخص کے زندہ ہونے کا یقین ہواورمرنے میں شک ہے تو اسے زندہ ہی مانا جائے گااوراس کی وراثت تقسیم نہیں کی جائے گی۔

قاعدہ نمبر: 29

''اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ''

ترجمہ:

ضرورتیں ممنوعات کومباح یعنی جائز کر دیتی ہیں۔

مثال:

اگر کشتی میں اتنا سامان بھر دیا کہ اس کے ڈوبنے اور مسافروں کی جان جانے کا خطرہ ہے تو اس سے مال نکال کر سمندر میں پھینک دینا اور کشتی کو بچانا جائز ہے حالانکہ عام حالات میں دوسرے کا مال ضائع کرنا حرام ہے۔ ایسے ہی اگر گلے میں لقمہ اٹک جائے اور شراب کے سوا پانی یا دیگر حلال وطیب مائعات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں اپنی جان بچانے کے لئے بقدر ضرورت شراب کا استعمال مباح ہے۔

قاعدہ نمبر: 30

" مَا اُبِیْحَ لِلضَّرُوْرَةِ یُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا "

ترجمہ:

جو چیز ضرورت کے تحت جائز ہو وہ بقدرِ ضرورت ہی جائز ہوتی ہے۔

مثال:

مردار کھانا یا شراب پی لینا صرف اتنا ہی جائز ہے جس سے جان بچ جائے زیادہ بالکل نہیں، اسی طرح طبیب کو بوقتِ ضرورتِ شرعی پردہ کی جگہ کا صرف وہ حصہ دیکھنا جائز ہے جس کے دیکھنے کی ضرورت ہے زیادہ نہیں۔

قاعدہ نمبر: 31

" اَلْعَادَۃُ مُحَکَّمَۃٌ "

ترجمہ:

یعنی عرف وعادت پر شرعاً عمل کیا جائے گا۔

مثال:

اگر کسی شہر میں مختلف قسم کے درہم ودینار چل رہے ہوں (یعنی مختلف قسم کے سکے چل رہے ہوں) وہاں اگر کسی نے کوئی چیز دس درہم یا دس دینار میں خریدی یا فروخت کی تو بائع وہ درہم یا دینار لینے کا مستحق ہوگا جن کا چلن وہاں کے عرف وعادت میں غالب ہو، اگر خریدار کوئی دوسرا سکہ یا دوسرے قسم کے درہم ودینار چاہے تو بائع کو (بیچنے والے کو) انکار کا حق ہوگا۔

قاعدہ نمبر: 32

" اِذَا تَعَارَضَ الْمَانِعُ وَالْمُقْتَضِیُ فَاِنَّہٗ یُقَدَّمُ الْمَانِعُ "

ترجمہ:

جب "دلیلِ مانع" اور "دلیل مقتضی" (تقاضا کرنے والی) باہم متعارض آجائیں تو "دلیلِ مانع" کو مقدم کیا جائے گا یعنی جب ایک مسئلہ میں دو دلیلیں آپس میں اس طرح متعارض آئیں کہ ایک حکم کی نفی اور دوسری اس کے اثبات کا تقاضا کرتی ہو تو پھر "دلیل مانع" کو "دلیل مثبت" پر ترجیح دی جائے گی۔

مثال:

رہن جب تک مُرتَہِنُ (جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی) کے ہاتھ میں ہے رَاھِنُ (گروی رکھنے والا) اسے بیچ نہیں سکتا، کیونکہ یہاں دلیلِ مانع ودلیلِ مقتضی باہم متعارض ہیں۔ وہ اس طرح کہ راہن کی ملکیت اس بات کے جواز کا تقاضا کرتی ہے کہ اسے اپنی شی میں تصرف کا حق حاصل ہے جبکہ مرتہن کی حق تلفی اس کے مانع ہے لہذا مانع کو مقتضی پر ترجیح دی جائے گی۔

قاعدہ نمبر: 33

"ذِکْرُ بَعْضِ مَالَا یَتَجَزَّءُ کَذِکْرِ کُلِّہٖ"

ترجمہ:

یعنی جو شی تقسیم نہ ہوسکتی ہو اس کے بعض کا ذکر کل کے ذکر کی مثل ہوتا ہے۔

مثال:

کسی نے اپنی بیوی کو نصف طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگئی یا اس نے نصف عورت کو طلاق دی تو کل کو طلاق واقع ہوگی، کیونکہ طلاق ایسی شی ہے جو اجزاء میں تقسیم نہیں ہوسکتی۔

قاعدہ نمبر: 34

"اِذَا اجْتَمَعَ الْمُبَاشِرُ وَالْمُتَسَبِّبُ اُضِیْفَ الْحُکْمُ اِلَی الْمُبَاشِرِ"

ترجمہ:

جب کسی فعل میں "مباشر" (خود عمل کرنے والا) اور "متسبب" (کام کا

سبب بننے والا) دونوں جمع ہو جائیں تو حکم "مباشر" کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

مثال:

کسی شخص نے زیادتی کرتے ہوئے کنواں کھودا اور اس میں دوسرے شخص نے کسی کی شی کو ڈال کر ضائع کر دیا تو ضمان متسبِّب یعنی کنواں کھودنے والے پر نہیں بلکہ مباشر یعنی کنویں میں ڈالنے والے پر ہے۔

قاعدہ نمبر: 35

"اَلْحُکْمُ یَتْبَعُ الْمَصْلِحَۃَ الرَّاجِحَۃَ"

ترجمہ:

حکم مصلحتِ راجحہ کے تابع ہوتا ہے۔

مثال:

قرآن کریم میں کئی مقامات پر جہاد کا حکم ہے، جہاد میں ایک طرف تو قتل نفس و اتلاف مال ہے اور دوسری طرف کلمۂ حق کی سربلندی، اور ظاہر ہے کہ کلمۂ حق کی بلندی مصلحت راجحہ ہے کہ اس کے نتیجے میں جان و مال کو امن حاصل ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر: 36

"مَاحَرُمَ اَخْذُہٗ حَرُمَ اِعْطَاءُ ہٗ"

ترجمہ:

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔

مثال:

جیسے سود، زنا کی اجرت، کاہن اور نجومی کی فیس، رشوت اور گانے باجے کی اجرت وغیرہا کہ ان میں سے ہر ایک کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی۔لیکن بے گناہ قیدی کو قید سے چھڑانے کیلئے یا اپنی عزت وآبرو بچانے کیلئے یا کسی کو اپنی ہجو وبے جا مذمت سے روکنے کیلئے رشوت دینا جبکہ اس کے بغیر کام نہ چلے ضرورتا جائز ہے اور ایسی صورت میں دینے والے پر گناہ نہیں لیکن لینے والے کیلئے بہر حال حرام وگناہ ہے اور یہ صورتیں ''الضرورات تبیح المحظورات'' کے تحت آتی ہیں۔(بہارشریعت، حصہ ۱۹)

قاعدہ نمبر: 37

'' اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلاَلُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ ''

ترجمہ:

جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو غلبہ حرام کو ہوگا۔اس قاعدہ کی وضاحت یہ ہے کہ جب دو دلیلیں باہم متعارض ہوں ایک حرمت کا تقاضا کرتی ہو اور دوسری اباحت کا تو دلیل حرمت کو اباحت پر مقدم کیا جائے گا۔یعنی اسے ترجیح دی جائے گی۔

مثال:

حلال وحرام جانور کے ملاپ سے پیدا شدہ بچے کا کھانا حلال نہیں کیونکہ یہاں حلال وحرام جمع ہو گئے ہیں لہذا حرام کو غلبہ حاصل ہوگا۔

قاعدہ نمبر: 38

"لَا یُنْکَرُ تَغَیُّرُ الاَحْکَامِ بِتَغَیُّرِ الاَزْمَانِ"

ترجمہ:

زمانہ کی تبدیلی کے سبب احکام کی تبدیلی کا انکار نہیں کیا جائے گا۔

مثال:

فی زمانہ چوری کے خوف کے سبب نماز کے اوقات کے علاوہ مسجد کا دروازہ بند کرنا، فتنہ کے خوف کے سبب عورتوں کو مسجد میں آنے سے روکنا اور شعائر اسلام کی بقاء کیلئے امامت واذان پر اجرت لینا و دینا جائز ہے۔

(مجموعة قواعد الفقه، ص۱۱۳)

قاعدہ نمبر: 39

"مَنِ ابْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ وَھُمَا مُتَسَاوِیَانِ یَاْخُذُ بِاَیَّتِھِمَا شَاءَ وَاِنِ اخْتَلَفَا یَخْتَارُ اَھْوَنَھُمَا"

ترجمہ:

اگر کوئی شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے اور دونوں برابر ہوں تو جس کو چاہے اختیار کرے اور اگر دونوں مختلف ہوں تو چھوٹی کو اختیار کر لے۔

مثال:

کسی کے جسم میں زخم ہے اگر وہ سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور زخم بہے گا تو وضو ٹوٹے گا جسم ناپاک ہوگا اور سجدہ نہیں کرتا تو زخم نہیں بہتا اس

صورت میں نماز کا سجدہ ترک کرنا پڑے گا تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے اور رکوع وسجدہ اشارہ سے ادا کرے کیونکہ سجدہ ترک کر دینا اس سے کمتر اور آسان ہے کہ نماز حالت حدث اور نجس جسم کے ساتھ پڑھے۔

قاعدہ نمبر: 40

" اِذَا جَاءَ الاِحْتِمَالُ بَطَلَ الاِسْتِدْلاَلُ "

ترجمہ:

جب احتمال آجاتا ہے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

مثال:

چار مسلمانوں نے کسی شخص کے خلاف زنا کی گواہی دی لیکن بعد میں ان گواہوں کا فسق وفجور ثابت ہو گیا تو ان کی گواہی رد کر دی جائے گی کیونکہ اب ان کی گواہی میں کذب کا احتمال پیدا ہو گیا لہذا اب ان کی گواہی قابل استدلال نہیں رہی۔

قاعدہ نمبر: 41

" اَلضَّرَرُ لاَ یُزَالُ بِالضَّرَرِ "

ترجمہ:

نقصان کا ازالہ اسی کی مثل نقصان سے نہیں کیا جائے گا۔

مثال:

کوئی شخص بھوک سے مر رہا ہو اور اس کے پاس اتنا ہی کھانا ہو کہ جسے کھا کر اس کی جان بچ سکتی ہو پھر اسی طرح کا کوئی دوسرا شخص آجائے تو پہلے

والے شخص سے کھانا لے کر دوسرے کو نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ دونوں ایک ہی قسم کے ضرر میں مبتلا ہیں۔ (الاشباہ والنظائر)

قاعدہ نمبر: 42

" يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُّ لاَجُلِ دَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِّ "

ترجمہ:

ضرر عام کو دور کرنے کیلئے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا۔

مثال:

اگر کسی شخص کی دیوار اس قدر جھک جائے کہ شارع عام سے گزرنے والوں پر اس کے گرنے سے ضرر کا اندیشہ ہو تو اس کی دیوار کو گرانا واجب ہے کیونکہ اگر ایسا نہیں کیا تو ضرر عام کا اندیشہ ہے اور دیوار کو گرانے میں صرف مالک دیوار کو ضرر ہوگا، لہذا اس ضرر کو برداشت کیا جائے گا تا کہ بڑے نقصان سے بچا جا سکے۔ (الاشباہ والنظائر)

قاعدہ نمبر: 43

" اَلسُّؤَالُ مُعَادٌ فِی الْجَوَابِ "

ترجمہ:

سوال جواب میں لوٹایا جاتا ہے۔

مثال:

بیوی نے شوہر سے پوچھا کہ: أَ أَنَـا طَالِقٌ؟ (کیا مجھے طلاق ہے؟) تو شوہر

نے جواباً کہا: **نعم** (ہاں) تو صرف **نعم** کہنے سے ہی طلاق واقع ہوجائے گی کیونکہ جواب میں سوال کے الفاظ لوٹتے ہیں یعنی گویا کہ شوہر نے یوں کہا: **نعم انت طالق** (یعنی ہاں تجھے طلاق ہے)۔ (بہارشریعت، حصہ ۱۹، ص ۲۳۹)

قاعدہ نمبر: 44

"دَرْءُ الْمَفَاسِدِ اَوْلٰی مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ"

ترجمہ:

نقصان سے بچنا نفع کو حاصل کرنے سے بہتر ہے۔

مثال:

وضو میں کلی اور ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ کرنا سنت ہے لیکن روزے کی حالت میں یہ عمل مکروہ ہے اس لیے کہ پانی جوف میں چلے جانے سے روزہ فاسد ہوجائے گا لہذا یہاں سنت پر عمل کے نفع کی نسبت روزہ ٹوٹنے کے نقصان سے بچنا بہتر ہے۔

قاعدہ نمبر: 45

"لَا اِیْثَارَ فِی الْقُرُبَاتِ"

ترجمہ:

عبادات میں ایثار نہیں کیا جاسکتا۔

مثال:

اگر کسی کے پاس نماز کے وقت صرف اتنا پانی ہے کہ وہ اپنا وضوء کرے تو

اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ دوسرے کو ایثار کرتے ہوئے پانی دے دے، کیونکہ عبادات میں ایثار جائز نہیں۔

قاعدہ نمبر: 46

" لَایَجُوْزُ لِاَحَدٍ اَنْ یَتَصَرَّفَ فِیْ مِلْکِ الْغَیْرِ بِلَا اِذْنِہٖ "

ترجمہ:

کسی کیلئے جائز نہیں کہ وہ غیر کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرے۔

مثال:

کسی طالبِ علم کیلئے جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی کتاب، کپڑے، تولیہ، جوتے وغیرہ اس کی اجازت کے بغیر استعمال کرے مگر یہ کہ صراحۃً یا دلالۃً اذن ہو۔

قاعدہ نمبر: 47

" اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَانِ "

ترجمہ:

منافع ضمان کے عوض ہوتے ہیں، یعنی اگر کوئی شی کسی کی ضمان میں ہے تو اس سے نفع حاصل کر لینے کا اسے کوئی معاوضہ نہ دینا ہوگا لیکن نفع حاصل کرنے والا اس شی کے ہلاک ہو جانے کی صورت میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔

مثال:

کسی نے غلام خریدا اور اس سے کام لیا پھر اس کے عیب پر مطلع ہوا جو کہ

بائع نے اسے نہیں بتلایا تھا تو وہ اسے بائع کو واپس کردے گا اور اس کی پوری قیمت واپس لے لے گا اور اس کے منافع سے فیضیاب ہوگا کیونکہ غلام اس کی ذمہ داری اور ضمان میں تھا کہ اگر وہ اس مدت میں ہلاک ہوجاتا تو یہ اس مشتری کا مال ہلاک ہوتا، بائع پر کوئی ضمان وذمہ داری نہ ہوتی۔

قاعدہ نمبر: 48

"لَا اِجْتِهَادَ عِنْدَ ظُهُوْرِ النَّصِّ"

ترجمہ:

نص کی موجودگی میں اجتہاد وقیاس جائز نہیں۔

مثال:

اگر رکوع وسجود والی نماز میں کسی کا قہقہہ نکل جائے تو قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ وضوء نہ ٹوٹے لیکن اس صورت میں وضوء ٹوٹنے پر نص وارد ہے لہذا اس نص کی موجودگی میں قیاس واجتہاد جائز نہیں۔

قاعدہ نمبر: 49

"اَلاَصْلُ فِی الْکَلاَمِ الْحَقِیْقَةُ"

ترجمہ:

کلام میں اصل حقیقی معنی ہے۔

مثال:

اگر کسی نے اپنی اولاد پر کوئی چیز وقف کی تو اس میں اس واقف کے

پوتے داخل نہیں ہونگے کیونکہ اولاد حقیقت میں صُلبی بیٹوں کو کہا جاتا ہے جبکہ مجازاً پوتوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر: 50

" اَلاَصْلُ فِی الْاَشْیَاءِ الْاِبَاحَةُ "

ترجمہ:

اشیاء میں اصل اباحت ہے۔

مثال:

اس قاعدے کی رو سے تمام شعارِ اہلسنت مثلاً ایصالِ ثواب، نعت خوانی، عروسِ بزرگانِ دین، بیعت وارادت وغیرہ سب جائز ومباح ہیں لہذا عدمِ جواز کے قائلین کو قرآن یا احادیث یا اقوال صحابہ یا اقل درجہ میں قواعد فقہیہ سے ان کے عدمِ جواز پر دلیل لانا چاہیے بلا دلیلِ شرعی ان کے عدمِ جواز کا قول اللہ ورسول اللہ عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء ہے۔(بہار شریعت، حصہ ۱۹، ص۲۱۹)

قاعدہ نمبر: 51

" اِذَا سَقَطَ الْاَصْلُ سَقَطَ الْفَرْعُ "

ترجمہ:

جب اصل ساقط ہو جائے تو فرع بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

مثال:

جب مُوَکِّلْ فوت ہو جائے تو وکیل کی وکالت ساقط ہو جاتی ہے، کیونکہ

مؤکل اصل ہے اور وکیل فرع۔

قاعدہ نمبر: 52

" اِذَا بَطَلَ الْاَصْلُ یُصَارُ اِلَی الْبَدَلِ "

ترجمہ:

جب اصل باطل ہوجائے تو اسے بدل کی طرف پھیر دیا جائے گا یعنی اگر کسی کے ذمہ کوئی شی واجب الاداء ہو اور وہ اس کے پاس سے ضائع ہوجائے تو اس پر اس کا بدل دینا لازم ہوگا۔

مثال:

اگر غصب شدہ چیز واپس کرنا ممکن نہ ہو تو اس کا بدل یعنی قیمت دی جائے گی۔(شرح المجلة)

قاعدہ نمبر: 53

" اَلتَّابِعُ تَابِعٌ "

ترجمہ:

یعنی تابع متبوع کے حکم میں داخل ہے۔

مثال:

جانور کی خرید وفروخت میں اس کا حمل بھی شامل ہوگا کیونکہ حمل اس کے تابع ہے لہذا اس کی الگ سے بیع نہیں کی جائے گی۔

(الاشباہ والنظائر)

قاعدہ نمبر: 54

" اَلتَّابِعُ لا َیَتَقَدَّمُ عَلَی الْمَتبُوْ عِ "

ترجمہ:

یعنی تابع اپنے متبوع پر مقدم نہیں ہوتا۔

مثال:

مقتدی (تابع) نماز میں اپنے امام (متبوع) سے پہلے تکبیرِ تحریمہ نہیں کہہ سکتا۔(الاشباہ والنظائر)

قاعدہ نمبر: 55

" اِنَّمَا تُعْتَبَرُ الْعَادَۃُ اِذَا اِطَّرَدَتْ أَوْ غَلَبَتْ "

ترجمہ:

عادت کا اعتبار صرف اسی وقت کیا جاتا ہے جب وہ عام یا غالب ہو جائے۔

مثال:

اگر کسی نے درزی کو کپڑے سلائی کیلئے دیئے تو بٹن، سوئی دھاگہ وغیرہ کے اخراجات عرف وعادت کے مطابق درزی کے ذمے ہونگے۔(الاشباہ والنظائر)

قاعدہ نمبر: 56

" مَالاَ یَتِمُّ الْفَرْضُ اِلَّا بِہٖ فَھُوَ فَرْضٌ "

ترجمہ:

جس کے بغیر فرض مکمل نہ ہو سکے وہ بھی فرض ہے۔

مثال:

نماز فرض ہے جو کہ بغیر قعدۂ اخیرہ کے نہیں ہوسکتی لہذا قعدۂ اخیرہ بھی فرض ہے اور اسی کی مثل یہ قاعدہ ہے **مَا لاَ یَتِمُّ الْوَاجِبُ اِلَّا بِہٖ فَھُوَ وَاجِبٌ**۔(تبیین الحقائق)

قاعدہ نمبر: 57

"اَلْمَیْسُوْرُ لَا یَسْقُطُ بِالْمَعْسُوْرِ"

ترجمہ:

یعنی مشکل عمل کے سبب آسان عمل کو نہیں چھوڑا جائے گا۔

مثال:

اگر کوئی شخص بقدرِ فرض سترِ عورت پر قادر نہ ہو تو جتنے ستر پر قادر ہوا تنا ستر فرض رہے گا۔

قاعدہ نمبر: 58

"اَلْمَشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّیْسِیْرَ"

ترجمہ:

یعنی مشقت آسانی لاتی ہے۔

مثال:

اس قاعدے پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں مثلاً سفر کی مشقت کے سبب نماز میں قصر، خوفِ مرض کے سبب مٹی سے تیمّم وغیرہ۔(مجموعة قواعد الفقه، ص ۱۲۲)

تمت



اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سنّت کی بہاریں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ عَزَّوَجَلَّ تبلیغِ قرآن وسنت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک دعوتِ اسلامی کے مہکے مہکے مَدَنی ماحول میں بکثرت سنتیں سیکھی اور سکھائی جاتی ہیں، ہر جمعرات کو فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی میں مغرب کی نماز کے بعد ہونے والے سنتوں بھرے اجتماع میں ساری رات گزارنے کی مَدَنی التجا ہے، عاشقانِ رسول کے مَدَنی قافلوں میں سنتوں کی تربیت کے لیے سفر اور روزانہ فکرِ مدینہ کے ذریعے مَدَنی انعامات کا رسالہ پُر کر کے اپنے یہاں کے ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے، اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی برکت سے پابندِ سنت بننے گناہوں سے نفرت کرنے اور ایمان کی حفاظت کے لیے کڑھنے کا ذہن بنے گا، ہر اسلامی بھائی اپنا یہ ذہن بنائے کہ "مجھے اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کرنی ہے۔" اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

اپنی اصلاح کے لیے مَدَنی انعامات پر عمل اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کے لیے مَدَنی قافلوں میں سفر کرنا ہے۔ اِنْ شَآءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

کراچی: شہید مسجد، کھارادر۔ فون: 021-2203311-2314045
لاہور: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ۔ فون: 042-7311679
سردار آباد: (فیصل آباد) امین پور بازار۔ فون: 041-2632625
کشمیر: چوک شہیداں، میرپور۔ فون: 058274-37212
حیدر آباد: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن۔ فون: 022-2620122
ملتان: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ۔ فون: 061-4511192
اوکاڑہ: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال۔ فون: 044-2550767
راولپنڈی: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ۔ فون: 051-5553765
پشاور: فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور اسٹریٹ، صدر۔
خان پور: دُرانی چوک، نہر کنارہ۔ فون: 068-5571686
نواب شاہ: چکرا بازار، نزد مسلم کمرشل بینک۔ فون: 4362145
سکھر: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ۔ فون: 5619195
گوجرانوالہ: فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ۔ فون: 055-4225653

مکتبۃ المدینہ (دعوتِ اسلامی)
فیضانِ مدینہ محلہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ (کراچی)
فون: 4921389-93/4126999 فیکس: 4125858
Email:maktaba@dawateislami.net \ www.dawateislami.net
SC 1288